كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيبٌ أَوْ عَابِرُ سَبِيلٍ (بخاری)

دنیا کا مسافر
یا
آخرت کا راہی

تالیف

مولانا سعد حسن خان یوسفی ٹونکی رحمۃ اللہ علیہ

بیداری میں ہے نجات غفلت میں ہے تباہی

ناشر
ڈاکٹر محمد عبدالرحمٰن غضنفر
موسس مدیر
الرحیم اکیڈمی
اے/7/7، اکرام آباد لیاقت آباد کراچی 75900
0322-2867480

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جمعہ ۱۲ شوال المکرم

سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم وبحمدہ

۲ محرم

مشقہ خاکسار محمد عبدالرحیم غفر اللہ ذنوبہ و ستر عیوبہ

سنہ ۱۳۵۶ھ

مرشدی و مولائی والد محترم محمد عبدالرحیم خاطر جےپوری رحمہ اللہ المتوفی ۱۸ جمادی الاول سنہ ۱۳۷۳ھ بمطابق ۲۴ جنوری سنہ ۱۹۵۴ء کراچی

ترمیم واضافہ شدہ ایڈیشن

كُنْ فِي الدُّنيا كَأَنَّكَ غَرِيبٌ اَوْ عَابِرُ سَبِيلٍ (بخاری)

دُنیا کا مسافر
یا
آخرت کا راہی

تالیف جدید

مولانا سعد حسن خان یوسفی ٹونکی رحمۃ اللہ علیہ

بیداری میں ہے نجات ÷ غفلت میں ہے تباہی

ناشر

ڈاکٹر محمد عبدالرحمٰن غضنفر

الرحیم اکیڈمی

A7/7 اکرام آباد لیاقت آباد کراچی۔ 75900

موبائل: 0322-2867480

نام کتاب: **دنیا کا مسافر یا آخرت کا راہی**

مصنف: مولانا سعد حسن خان یوسفی ٹونکیؒ

مطبع: قریشی آرٹ پریس ناظم آباد کراچی

ناشر: ڈاکٹر محمد عبدالرحمٰن غضنفر

مؤسس ومدیر "الرحیم اکیڈمی" A7/7 اکرام آباد لیاقت آباد کراچی

موبائل: 0322 2867480

تاریخ طبع اول: ۴ ربیع الثانی ۱۳۷۹ھ

تاریخ طبع دوم: ۲۷ شعبان المعظم ۱۴۲۹ھ

ہدیہ: =/50 روپے

کمپوزنگ: محمد عامر 0333 2318426

ملنے کے پتے

ملتزم انٹر پرائزز، MB13 پہلی منزل طیب کمپلیکس، کینٹ، حیدرآباد۔ 022-2785055

اسلامی کتب خانہ علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی

دارالاشاعت اردو بازار، کراچی

مکتبہ اسلامیہ، کوئٹہ، بلوچستان

مکتبہ سلطان عالمگیر 5، لوئر مال، اردو بازار لاہور

عباسی کتب خانہ جونا مارکیٹ، کراچی

مکتبہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی

کتب خانہ مظہری گلشن اقبال، کراچی

مکتبہ قاسمیہ، علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی

مکتبہ رشیدیہ، سرکی روڈ کوئٹہ، بلوچستان

مکتبہ مجیدیہ، ملتان

مکتبہ سید احمد شہید، اردو بازار، لاہور

ادارہ اسلامیات انارکلی، لاہور

مکتبہ احسن العلوم گلشن اقبال، کراچی

ادارۃ الانور، علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی

بیت الکتب گلشن اقبال، کراچی

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم

اما بعد! اللہ جلّ شانہ کا یہ فضل خاص ہے کہ وہ اپنے دین متین کا کام مجھ جیسے ضعیف البنیان سے لے رہا ہے، اس پر جس قدر بھی شکر کروں کم ہے۔ ہم قارئین کی خدمت حضرت مولانا سعد حسن خان یوسفی ٹونکی رحمہ اللہ کی مترجمہ "یہ عجیب دنیا" تالیف: امام غزالیؒ اور تصنیف "نبوی لیل ونہار" تو اس سے قبل پیش کر چکے ہیں۔

اب یہ تیسری نادر و نایاب تالیف "دنیا کا مسافر یا آخرت کا راہی" پیش کر رہے ہیں، یہ مولانا موصوف کا خصوصی وصف ہے کہ طرز نگارش انتہائی سلیس اور سادہ جو پڑھنے کے ساتھ ساتھ دل پر بھی اثر کرتا جاتا ہے اور یہی مصنفؒ کا مقصود ہے اور یہ ایسے مضامین پر مشتمل ہے کہ جس پر آدمی عمل پیرا ہو جائے تو اس کی آخرت سنور جائے، جس سے مصنف و ناشر اور جملہ معاونین بھی ثواب کے مستحق ٹھہرائے جائیں۔

حق تعالیٰ شانہٗ سے دعا ہے کہ جس طرح مولانا موصوف کی مندرجہ بالا کتابوں کو قبولیت عامہ حاصل ہوئی اسی طرح اللہ رب العزت اپنی بارگاہ قدس میں اس کتاب کو بھی حسن قبول عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم۔

الفقیر الی اللہ تعالیٰ
ڈاکٹر محمد عبدالرحمٰن غضنفر
غفر اللہ ذنوبہ وستر عیوبہٗ
۲۵ رشعبان المعظم ۱۴۲۹ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دُنیا میں انسان کا وجود

دُنیا میں انسان کا وجود اس کی رفتار کا پہلا قدم ہے۔ جب سے کہ یہ دُنیا میں آیا ہے اس کو ایک منٹ کے لئے قرار نہیں، سکون سے یہ آشنا نہیں، فرار کا یہ خوگر نہیں۔ حرکت سے یہ زندہ ہے سکون سے یہ مردہ ہے۔ وجود میں انسان کا آنا تھا کہ ایک مسافر کی طرح ایک رُخ میں یہ چل پڑا، اس کے آگے پیچھے کی دو طرفیں قائم ہو گئیں، دُنیا اس کے پیچھے ہے آخرت اس کے آگے ہے، لحہ بہ لحہ پیدائش سے دور تر موت و قبر سے قریب تر ہوتا جاتا ہے، دُنیا کو چھوڑتا جاتا ہے، آخرت کی طرف بڑھتا جاتا ہے۔ اُس کے بدن کو سکون و قرار ملتا ہے مگر اس کی زندگی کو لحہ کے لئے قرار نہیں۔ یہ چلتا ہے تو وہ چلتی ہے، یہ سوتا ہے تو وہ چلتی ہے، غرض چلنے سے اُس کو کام ہے، آگے بڑھنے سے اس کو سروکار ہے۔ دُنیا میں کوئی ایسا راہ گیر نہیں جو کبھی نہ ٹھہرتا ہو، دُنیا میں کوئی ایسا مسافر نہیں جو کبھی دم نہیں لیتا ہو مگر انسان کی حیات وہ راہ گیر مسافر ہے جو منزل مقصود موت ہی پر پہنچ کر سانس لیتی ہے۔ دُنیا کے سارے خطرات کو جھیلتی ہر مصیبت و آفت کی گود میں کھیلتی آگے ہی آگے بڑھتی جاتی ہے۔ یہ بار بار ٹھہرنا نہیں جانتی اسی طرح یہ ایک بار ٹھہر کر پھر چلنا نہیں جانتی۔ دُنیا اس کی حرکت کا میدان ہے اور آخرت اس کے سکون ابدی کا مقام۔ موت سے پہلے جو خطرہ اس کو پیش آئے جس محنت و مشقت سے اس کو سابقہ پڑے اس کی رفتار میں فرق نہیں آتا۔ ہر وقت و مصیبت کو سر کرتی ہوئی ہر سنگ راہ سے ٹکراتی ہوئی آخرت کی طرف تیزی سے بڑھتی جاتی ہے۔ اپنے خالق سے جلد

ملا چاہتی ہے۔

خالق دو جہاں کا صاف ارشاد ہے

یَآ اَیُّھَا الْاِنْسَانُ اِنَّکَ کَادِحٌ اِلٰی رَبِّکَ کَدْحًا فَمُلٰقِیْهِ

کہ اے انسان! تو دُنیا کی راہ میں محنت و مشقت سے گذرتا ہوا اپنے پروردگار کی جانب چلا جار ہا ہے۔

پس تو اس سے جا ملے گا یعنی تو نہ ایک جگہ قائم ہے نہ پیچھے ہٹ رہا ہے بلکہ تیرا ہر قدم مسافر کی طرح آگے ہی آگے اپنے رب کی طرف تیزی سے اُٹھتا جا رہا ہے، آخر ایک روز تو اپنے پروردگار کے روبرو پہنچ کر اس سے جا ملے گا۔ بزرگوں نے زندگی کو اس تیز رو دریا سے تشبیہ دی ہے جو جوش وخروش سے بہتا ہوا پہاڑوں اور ٹیلوں سے ٹکراتا ہوا، ہر بلندی و پستی سے گذرتا ہوا غرض تلاطم کا ایک طوفان برپا کرتا ہوا سمندر کی طرف تیزی سے بڑھتا جاتا ہے اور اس کو اپنی پوری راہ میں سکون وقرار نہیں، البتہ جب یہ اپنا طوفانی سفر طے کر کے سمندر کے پُرسکون ساحل میں جاملتا ہے تو اپنا اضطراب بھول کر سمندر کی گود میں جا سوتا ہے اور مکمل سکون سے ہمکنار ہوتا ہے۔ بس یہی حال انسان کی دُنیاوی زندگی کا ہے کہ سفر دُنیا میں یہ ایک تلاطم میں ہے، نشیب و فراز میں ہے، کبھی صحت وتندرستی کے دور سے گذر رہی ہے تو کبھی بیماری کے دن کاٹ رہی ہے، کبھی امیری کا زمانہ ہے تو کبھی محتاجی کے تلخ دن اس کے نصیب میں ہیں۔ بس ابدی قرارگاہ آخرت میں پہنچ کر ہی اس کو قرار اور سکون نصیب ہوتا ہے اور اسی لئے آخرت کو "دارالقرار" کہا ہے۔

سفرِ دُنیا کی منزلیں

اے دُنیا کے مسافر! یہ تیرا بچپن، یہ تیری جوانی اور یہ تیرا بڑھاپا تیرے راستہ کی

منزلیں اور راہ کی قرار گاہیں ہیں جن پر کچھ مدت رہتا ہوا تو آگے ہی آگے چل رہا ہے اور اپنے پروردگار سے روز بروز قریب تر ہوتا جارہا ہے، اسی طرح یہ رات و دن جو تجھ پر روز آرہے اور جارہے ہیں، یہ مہینے اور سال جن کو تو اپنی زندگی میں ختم کرتا جارہا ہے یہ تیری راہ کے چھوٹے بڑے نشانات و علامات ہیں جن پر سے تو گذر رہا ہے اور ایک ایک کر کے سب کو چھوڑ رہا ہے، اُن سے تو پتہ لگتا ہے کہ دُنیا میں تو اپنا کس قدر راستہ طے کر چکا اور آخرت کی طرف کتنا بڑھ چکا بلکہ یہ خود تیرا لگایا ہوا اندازہ ہے جس سے تو اپنے سفر دُنیا کو ناپتا اور جانچتا ہے، تیرے خالق کا انداز اس سے جدا اور نرالا ہے، اُس نے انسان کی زندگی کو نہ گھڑیوں اور دِنوں سے ناپا ہے نہ مہینوں اور سالوں سے جانچا ہے بلکہ سانسوں سے اس کے نشانات سفر قائم کئے ہیں اور یوں تیز رفتاری بتا کر انسان کی آنکھیں کھولی ہیں، انسان کہہ سکتا ہے کہ اُس نے اپنی زندگی کا ایک دن گذارا مگر اُس کا خالق کہے گا کہ اُس نے دن میں اپنی زندگی کے اتنے ہزار سانس لے ڈالے۔

چنانچہ ارشاد عالی ہے

اِنَّمَا نُعِدُّلَهُمْ عَدًّا — کہ ہم ان کے سانس گن رہے ہیں

انسان کے سفر کا خاتمہ بھی سانس ہی سے ہوگا۔ اس کو دُنیا سے جانے میں نہ دن لگیں گے نہ مہینے بلکہ جس لحہ میں سانس رُکے گا اسی لحہ میں یہ دوسرے عالم میں قدم رکھے گا۔ اشارے میں دُنیا کی سرحد سے پار ہوگا، سفر چھوڑ کر مقیم ہوگا۔ ابھی یہاں تھا اور ابھی وہاں ہوگا۔ حضرت حسنؒ فرماتے ہیں

المُبادِرَةَ المُبَادِرَةَ فَاِنَّمَا هِیَ الاَنْفَاسِ لَوْ حُبِسَتْ اِنقَطعَتْ عَنْكُمْ اَعْمَالُكُمْ الَّتِی تقربُوْنَ بِهَا اِلَى اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ رَحَمَ اللّٰه امراءً نَظَرَ اِلَى نَفْسِه وَبَلٰى عَلٰى	جلدی کرو جلدی کرو تمہاری زندگی کیا ہے یہی سانس ہیں کہ اگر یہ سانس رُک جائیں تو تمہارے اُن عملوں کا سلسلہ ٹوٹ جائے جن سے تم اللہ عزّ وجل سے نزدیکی حاصل کر رہے

عَدَدِ ذُنُوبِہٖ. ہو۔ اللہ رحم فرمائے اس آدمی پر جس نے اپنا خود کا جائزہ لیا اور اپنے گناہوں پر چار آنسو گرائے۔

پھر آپ یہ آیت قرآنی تلاوت کرتے ''اِنَّمَا نَعُدُّلَھُمْ عَدًا'' اور فرماتے

آخِرُ العَدَدِ خُرُوْجُ نَفْسِکَ
آخِرُ العَدَدِ فِرَاقُ اَھْلِکَ
آخِرُ العَدَدِ دُخُوْلُکَ فِی قَبْرِکَ
(احیاء)

یعنی جب تم آخری سانس لوگے تو تمہاری روح اس تن کو چھوڑتی ہوگی، جب تم آخری سانس لوگے تو اپنے گھر والوں کو الوداع کہتے ہوگے، جب تم آخری سانس لوگے تو تم اپنی قبر میں رکھے جارہے ہوگے۔

گویا ہماری زندگی کیا ہے انہیں پیہم سانسوں کا ایک سلسلہ ہے جس کی آخری کڑی ہماری موت کا سانس ہے۔ ملاحظہ کیجئے شیخ سعدیؒ نے انسان کو جب خالق کی شکر گذاری کے لئے اُبھارا اور بیدار کیا تو یہ نہیں کہا کہ اے انسان! ذرا سوچ کہ ہر گھڑی اور ہر دن تیرے خالق کے تجھ پر کس قدر احسانات و انعامات ہیں جن کا شکر تجھ پر لازم آتا ہے بلکہ زندگی کو انہیں سانسوں پر تقسیم کر کے ہر سانس پر دو احسانات الٰہی بتائے اور فرمایا ''ہر نفسیکہ فرو میرود ممد حیات است و چون بر می آید مفرح ذات پس در ہر نفسے دو نعمت موجود است و در ہر نعمتے شکری واجب''۔ یعنی ہر سانس پر اللہ عزّ وجل کے انسان پر دو انعامات ہیں، جب سانس اندر لے جاتا ہے ایک سانس کی مقدار زندگی بڑھ جاتی ہے گویا انسان اپنی زندگی کا ایک قدم اور آگے اُٹھا لیتا ہے اور سفر دُنیا کا ایک چھوٹا سا مرحلہ طے کر لیتا ہے اور زندگی چونکہ اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہے اس لئے اس نعمت پر

انسان پر شکر گذاری کی ذمہ داری آتی ہے، اِسی طرح جب سانس باہر آتا ہے تو طبیعت کو فرحت و بحالی نصیب ہوتی ہے، مزاج میں بشاشت و شگفتگی پیدا ہوتی ہے اور اس پر بھی شکر واجب ہوتا ہے، یوں ہر سانس پر دو شکر واجب ہوتے ہیں۔

لیجئے حضرت شیخ ؒ نے ایک سانس کو بھی دو حصوں پر تقسیم کر کے غافل انسان کو کیا خوب بیدار کیا، لحہ لحہ کی غفلت سے بچایا، پَل پَل کی ناشکری سے چھڑایا اور پورا پورا یاد مولا میں لگایا۔ گویا سفرِ دُنیا کو کار آمد بنایا منزلِ آخرت کو سُدھارا۔

منزل مقصود کی فکر

اے انسان! اب جب تو اپنے پروردگار سے ملاقات کے لئے دُنیا کا یہ سارا صعوبت و کلفت سے بھرا راستہ طے کر رہا ہے اور تو اس قدر تیز رفتار ہے کہ ایک دن میں اپنے سانسوں کے ہزاروں قدم اُٹھا جاتا ہے اور ایک لمحہ کے لئے تجھ کو قرار نہیں تو تُو نے اپنے اس سارے سفرِ دُنیا میں یہ بھی کبھی سوچا کہ اپنے پروردگار کے پاس حاضری کے وقت تیرے ساتھ کیا پیش ہوگا اور تیری کیسی بنے گی؟ تجھے راحت ملے گی یا تکلیف، تیرا شمار نیکوں میں ہوگا یا بدوں میں، تجھ سے خدا راضی ہوگا یا ناراض؟۔ سفر تو پھر آخر سَقَر ہے تکالیف و مصائب کا گھر ہے، اَلَم و غم سے پُر ہے، اس کا ایک ایک قدم پُر خطر و پُر حذر ہے، اس لئے دُنیا میں تجھ کو جو بھی تکلیف پہنچے اس پر کبیدہ خاطر و آزردہ دل ہرگز نہ ہو۔ سفر میں تکلیف کوئی انوکھی بات نہیں، راہ کی صعوبت کوئی اچنبہ کی چیز نہیں لیکن اے دُنیا کے مسافر! جہاں تیرا سفر ختم ہوگا اور تو دُنیا کی اس اضطرابی اور بے چین زندگی سے نکل کر اپنے پروردگار کے پاس دَم لے گا اور تجھ کو قرار ابدی نصیب ہوگا وہاں کے لئے تو نے کچھ اسباب راحت اور سامان مسرّت بھی اپنے ساتھ لیا یا نہیں؟ کیونکہ پروردگار کے پاس پہنچتے ہی انسانوں کے دو طبقے ہو جائیں گے ایک وہ جن کا

حساب آسان ہوگا، عتاب و سرزنش سے اُن کا دامن پاک ہوگا، راحت و مسرّت انہیں کے حق کی ہوگی، دوسرے وہ جن کے اعمال کا محاسبہ سخت ہوگا، بات بات پر پکڑ اور گرفت ہوگی، تکلیف و مصیبت انہیں کے نصیب کی ہوگی۔ اے دُنیا کے مسافر! نہ معلوم تیرا شمار کن میں ہو، اُن میں ہو یا اِن میں ہو۔

لہٰذا اے عقلمند انسان! تو یہیں سے اپنے آگے کی آخری منزل کے لئے سامان راحت لے چل ورنہ ہمیشہ پچھتائے گا اور تیرے لئے کوئی چارہ کار نہ ہوگا، ہر ایک پر تو نظر اُمید لگائے گا مگر تیرے کوئی کام نہ آئے گا اور تیرا کوئی معاون و مددگار نہ ہوگا، تیرے اپنے بھی پَرائے ہو جائیں گے اور تجھ سے نظر پھیر لیں گے، آہ یہ وہ بے کسی کا دن ہوگا جو کسی نے اس سے پہلے نہ دیکھا ہوگا، ہر ایک کی نظر خود اپنے پر ہوگی، دوسرے سے ہٹی ہوگی، بس اپنی پڑی ہوگی دوسرے سے نفرت ہوگی۔ عزیز عزیز کا ساتھی نہ ہوگا، دوست دوست کا یار نہ ہوگا، یاری و ہمدردی تو کُجا اُلٹا بیزار ہوگا اور نزدیکی سے بھاگے گا۔ بھائی بھائی کو دغا دیگا جس پر دُنیا میں وہ اپنا خون چھڑکتا تھا اور جس کی محبت واُلفت کا ہر دم دم بھرتا تھا بلکہ اُسی کو دیکھ دیکھ کر جیتا تھا۔ اولاد ماں باپ سے پھر جائے گی، اپنی ہو کر پرائی ہو جائے گی، سگی ہو کر غیر بن جائے گی۔ گو دُنیا میں ان پر اپنی جان نثار کرتی تھی مگر اس دن انہیں کی صحبت سے جان چُرائے گی۔ خاوند اپنی چہیتی بیوی، اپنی لاڈلی اولاد تک سے بیزار ہوگا جن پر دُنیا میں جان و مال، عزت و آبرو اور دین و مذہب سب کچھ قربان کرتا تھا اور بہر صورت اُن کو خوش رکھتا تھا، اپنی جان پر کھیلتا مگر اُن کی جان پر آنچ نہ آنے دیتا تھا، اُن کی خوشی میں خوش اور اُن کے رنج میں بے کل و بے چین رہتا تھا۔ چنانچہ حضرت باری تعالیٰ نے خود اس دن کی شناخت اس طرح کرائی ہے:

یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْهِ وَاُمِّهٖ وَاَبِیْهِ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِیْهِ یعنی قیام کے دن انسان دور بھاگے گا اپنے بھائی اپنی ماں اپنے باپ اپنی بیوی اور اپنی اولاد سے۔

پھر یہ اچانک تبدیلی کیوں اور یہ یک بیک انقلاب کس لئے؟ یہ اس لئے ''لِکُلِّ امْرِئٍ مِّنْھُمْ یَوْمَئِذٍ شَاْنٌ یُّغْنِیْهِ'' کہ اس دن ہر ایک کو اپنی پڑی ہوگی جو اس کو دوسروں سے بے پروا کردے گی، ہر ایک اپنی نمیڑے گا دوسروں سے مُنہ موڑے گا، اپنی جان بچائے گا دوسروں کی فکر چھوڑے گا۔ حضرت عزاسمہ نے اسی دن کا تعارف کہیں اس طرح سے فرمایا ''یَوْمَ لَا تَمْلِکُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَیْئًا'' یعنی جس دن کسی شخص کا کسی شخص کے نفع کے لئے کچھ بس نہ چلے گا، دُنیا میں ایک انسان پر آفت آتی دوسرا آڑے آتا، اس کے لئے ڈھال بنتا، خود تکلیف جھیلتا مگر دوسرے پر آنچ نہ آنے دیتا خود نقصان اُٹھاتا، دوسرے کو نقصان کا مُنہ نہ دیکھنے دیتا۔ غرض ایک دوسرے کے لئے ڈھارس بنتا مگر ہائے قیامت کا وہ ہولناک اور ہوش رُبا دن ہوگا جبکہ کوئی کسی کے کام نہ آئے گا، نہ نقصان ٹال سکے گا نہ نفع پہنچا سکے گا، بس ہر ایک اپنی دھن میں ہوگا، خود کی جان کی فکر میں پڑا ہوگا، نفسی نفسی پکارتا ہوگا، دنیا کے سارے رشتے پارہ پارہ ہوں گے تعلقات کا شیرازہ بکھرا ہوگا اپنے پرائے کا فرق مٹا ہوگا۔

دُنیا میں آخرت کا دھیان

بس اے ہوشمند انسان! یہیں دُنیا میں ہوش لے اور اس آگے آنے والے ہولناک دن کے لئے کچھ لے چل اگر یہاں ہوش نہ لے گا تو وہاں جا کر تجھ کو لامحالہ ہوش آئے گا مگر وہ ہوش تیرے کام نہ آئے گا۔ ارشاد ہے ''وَاِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ'' کہ جب قبریں اکھیڑی جائیں گی (اور مردے نکالے جائیں گے) تو ہر شخص جان لے گا کہ اُس نے اپنے سفر دُنیا کی آخری

منزل آخرت کے لئے کیا آگے بھیجا اور کیا پیچھے چھوڑا، کیا لایا کیا چھوڑا، کیا بنا لایا کیا کھو آیا؟ غرض قیامت میں اصل حقیقت کھل جائے گی، جھوٹ سچ سے نکھر جائے گی، غفلت بیداری سے بدل جائے گی مگر گذشتہ کی تلافی نہ ہو سکے گی، ندامت و پشیمانی ہوگی، یاس وحسرت ہوگی اور اسی طرح ابدی زندگی کٹے گی، پھر یہیں دُنیا سے انسان آگے کے لئے کچھ کیوں نہ لے چلے، فنا سے بقا کا راستہ کیوں نہ بنائے، دُنیا کی بے چین زندگی میں آخرت کی چین کی راہیں کیوں نہ نکالے، اس دُنیا میں سب کچھ کر سکتا ہے آخرت میں کچھ نہیں کر سکتا جو یہاں نہ کیا وہاں اس کی تلافی نہ کر سکا، لہٰذا اے دنیا کے مسافر! اس سفر کو غفلت سے نہ گذار، دیدہ و دانستہ نابینا نہ بن، آنکھ کھول حقیقت کو سمجھ، راہ کو راہ سمجھ منزل کو منزل، کیا تو یہاں رہنے کی خوابیں دیکھتا ہے، کیا کوئی رہا کہ تو رہے گا؟ تو یہ نہیں سوچتا کہ تیرے اس راستہ پر کتنے راہ گیروں کے نشانات قدم ہیں جن کو تو آج یہاں نہیں پاتا، مکان ہیں مکین نہیں، گھر ہیں گھر والے نہیں، کیونکہ یہ راہ طے کر چکے تو ابھی راہ میں ہے، یہ گذر چکے تو ابھی گذرگاہ میں ہے، یہ کھو چکے یا بنا چکے تو ابھی امتحان میں ہے بس خدارا خود کو راہ گیر خیال کر، اس راہ دُنیا کی تکلیف سے دل اُٹھا راحت سے دل نہ لگا، یہاں کا دُکھ منزل کا سُکھ ہے، یہاں کا سُکھ منزل کا دُکھ ہے اس زرّین نکتہ کو اگر تو سمجھ گیا تو آخرت میں سُکھ پائے گا، امن وچین سے رہے گا، دوسرے روئیں گے تو ہنسے گا، دوسرے پچھتائیں گے تو اپنے کئے کا پھل کھائے گا۔

یاد رکھ دُنیا میں تو اپنی مرضی سے نہیں آیا ہے بلکہ لایا گیا ہے اور وہ بھی بے مقصد نہیں مستقبل کو بنانے کے لئے راہ دنیا پر چلایا گیا ہے، تو اس سفر سے اقامت کا دھوکہ نہ کھا، تو اپنے آگے پیچھے کو دیکھ یہ نہ دیکھ تو کیا ہے بلکہ سوچ تو کیا تھا اور کیا ہو جائے گا، تو دو عدموں میں گھرا ہے عدم سے آیا ہے عدم کی طرف چل رہا ہے، یہ تیرا سفر دُنیا چند روزہ ہے، تو دُنیا سے ایک تیز رو مسافر کی طرح جلد گذر جائے گا راہ کو چھوڑ جائے گا مگر

اس راہ کا عمل تجھ کو نہیں چھوڑے گا، اُدھر مرا اِدھر تیرے سامنے کھڑا ہوگا، بس اُس بے بسی کا دھیان ذرا دل میں لا کہ تیرا عمل تیرے سامنے ہو، تیرا کوئی غمخوار نہ ہو نہ اپنا ہو نہ پرایا ہو، نہ مددگار و معاون ہو اور نہ ہمدرد و دلگیر ہو بس تو ہو اور تیرا عمل ہو اُس وقت بگڑی تو کون سنبھالے گا، کس کے دامن میں امن لے گا، کس کی پناہ ڈھونڈے گا، یہ دُنیا کا دن نہ ہوگا کہ کسی انسان کی تو آڑ پکڑ لے، جان بچالے آفت سے خلاصی پالے آئی مصیبت کو سر سے ٹالے اور اپنی ڈوبتی کشتی کو کسی طرح پار لگالے، اس دن نہ رشتہ چلے گا نہ ناتا، نہ ملن سازی کام آئے گی نہ آپس داری بس خود کے عمل کا بوجھ خود ہی پر ہوگا، اپنے کئے کام کا آپ ذمہ دار ہوگا۔

اس بے کسی اور بے بسی اور تنہائی و پریشانی کے عالم میں اے انسان تو اپنے پروردگار کے روبرو کھڑا ہوگا اور تجھ سے سخت جواب طلب ہوگا، تیرے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا صاف اور کھلا فرمان ہے ''لا تزول قدما ابن آدمَ یوم القیمۃِ حتی یُسئَل عَنْ خمسٍ عَنْ عُمرِہٖ فِیمَا اَفْنَاہُ وَعَنْ شَبَابِہٖ فِیمَا اَبْلَاہُ وَعَنْ مَالِہٖ مِنْ اَیْنَ اکْتَسِبَہٗ وَفِیمَا اَنْفَقَہٗ وَمَا ذَا عَمِلَ فِیمَا عَلِمَ (ترمذی) '' ترجمہ:۔ کہ قیامت کے دن انسان کے قدم جنبش میں نہ آئیں گے، جب تک کہ اس سے یہ پانچ باتیں دریافت نہ کرلی جائیں گی، اس سے پوچھا جائے کہ اپنی عمر کو اس نے کس کام میں صرف کیا، اپنی جوانی کس کام میں ختم کی، مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا اور جو علم حاصل کیا تھا اس کے موافق کیا عمل کیا؟۔

لہٰذا اے دُنیا کے مسافر! اگر تو نے سفر دُنیا کو غفلت سے گذارا اور صرف کھایا اور پیا اور یوں ہی آخرت کو سدھارا تو یاد رکھ تو ان میں سے ہر سوال کے جواب میں لاجواب ہوگا، عذاب الٰہی کا شکار ہوگا اپنے کئے پر پستاتا اور پچھتاتا ہوگا، کہتا ہوگا ہائے دُنیا میں کچھ کرلاتا تو آج اپنے کئے پر زار زار نہ روتا، دُنیا میں منزل آخرت کے لئے

کچھ سامان راحت بنالاتا تو آج سُرخرو ہوتا ابدی زندگی بناتا، دُنیا کی زندگی جس کی محبت میں تو کھویا گیا ہے اس کی محبت میں خدارا آخرت کو نہ کھو، یہ تیری فانی حیات جس کی اُلفت میں تو فنا ہے، للہ اس کی اُلفت میں سعادت ابدی کو فنا کے گھاٹ نہ اُتار، فانی کو فنا ہونے دے باقی کی درستی میں لگ۔ دُنیا ہاتھ سے چھن کر رہے گی، آخرت سامنے آکر رہے گی، بس تیرے حق میں یہی بہتر ہے کہ قدم قدم پر آخرت کا دھیان رکھ خالق کے سامنے پیشی کو یاد رکھ، یہ تیری زندگی تیری اصل پونجی ہے جس کے نفع میں تجھے آخرت کمانا ہے اور وہاں کے لئے کچھ بنانا ہے اور وہاں نہیں یہیں سے کچھ لیجانا ہے، اگر تو نے دُنیا کو برتا آخرت کو بُھلایا تو یوں سمجھ کہ تو نے اصل پونجی کھائی اب نفع کی اُمید کیسی، محض دُنیا بنائی اب آخرت کی درستی کیسی؟۔

یہ تیری جوانی جو تیری عمر کی بہار ہے جو تیری پوری زندگی کا نکھار ہے جس میں بدن طاقت سے بھرپور ہے، دل بے پناہ اُمنگوں سے مالا مال ہے، یہ دراصل تیری گردن پر احسانات الٰہی کا بھاری بوجھ ہے، اس کے احسانات کا حق ادا کر، اس کے قیمتی دنوں کو یوں ہی نہ گنوا، اس زرّین موقع کو یونہی ہاتھ سے نہ دے، ان دنوں کو غنیمت جان خالق کو پہچان اور ہر دم آخرت کا رکھ دھیان، ورنہ سوچ کہ جب تیری جوانی کے بارے میں سوال اُٹھے گا خالق کو کیا جواب دے گا؟ بغلیں جھانکے گا اور تجھ سے کوئی جواب بن نہ آئے گا، اسی طرح یہ دُنیا کا مال جو تجھ کو جان سے بھی زیادہ عزیز و پیارا ہے اور جس کی محبت میں تو نے اپنے حقیقی مولا کو بھی بُھلایا ہے اس کی آمدنی کی راہوں کو بھی جانچ اور اس کے خرچ کے راستوں کو بھی دیکھ، کہاں سے لاتا ہے کہاں اُٹھاتا ہے؟ کس سے لیتا ہے، کس کو دیتا ہے؟ حلال کی فکر رکھ جائز کی تمیز رکھ حرام پر ہاتھ نہ ڈال ناجائز پر نظر نہ رکھ۔ وہ مال جو تو بے سوچے کمائے بے فکری سے اُٹھائے وہ مال نہیں وبال ہے، وہ مال نہیں تیرے جی کا جنجال ہے، اے انسان تو دُنیا میں آزاد

نہیں اپنی مرضی کا آپ مختار نہیں۔ تیرے خالق نے تیری رہنمائی کے لئے دین مقدس بھیجا ہے جس کی روشنی میں تجھے چلنا ہے، ایک ایک قدم پھونک کر رکھنا ہے اور دین کی جس بات کا تجھ کو علم ہو وہ اس پر حرف بحرف عمل کرنا ہے اگر تو نے جانا اور نہ کیا، سُنا اور نہ برتا تو یاد رکھ آخرت میں تجھ سے سنگین سوال ہوگا جس کا جواب تیری گردن پر ہوگا، لہٰذا اس جواب کا یہیں سے دھیان رکھ، دُنیا کا کوئی قدم دین کے خلاف نہ رکھ۔

انسان دُنیا میں محض راہگیر ہے

اے دُنیا کے مسافر! تُو نے سُنا ہے نبی مقدسؐ نے کیا فرمایا ہے "کُنْ فِی الدُّنْیَا کَاَنَّکَ غَرِیْبٌ اَوْ عَابِرُ سَبِیْلٍ وَعُدَّ نَفْسَکَ فِیْ اَھْلِ الْقُبُوْرِ (بخاری) " کہ اے دُنیا کے راہ گیر تو اپنے کو مسافر جان یہاں کی کُلفت کو نہ گردان، راحت کو نہ پہچان اور یہاں بسنے اور ٹھہرنے کا نہ کر سامان، یہ دُنیا نہیں سرائے ہے، یہ قیام گاہ نہیں گذر گاہ ہے۔ پھر فرماتے ہیں کہ حقیقت تو یہ ہے کہ تو نہ مقیم ہے نہ مسافر ہے بلکہ ایک راہ گیر ہے جو چلتا ہی چلتا ہے ٹھہرتا نہیں، مسافر گو چلتا ہے مگر کچھ دم لیتا ہے، ستاتا ہے، رُکتا ہے، پڑاؤ کرتا ہے، سکون و آرام پاتا ہے مگر دُنیا کا مسافر ایسا بھی نہیں، یہ کسی وقت دم نہیں لیتا نہ ستاتا ہے بلکہ ہر وقت رفتار میں ہے، ہر دم چلنے میں ہے، گویا تو دراصل مسافر بھی نہیں راہ گیر ہے، راہ گیر کو قرار سے کیا واسطہ، اس کو ٹھہرنے سے کیا سروکار، اگر یہ ٹھہر جائے تو راہ گیر کیوں کہلائے، اگر یہ رُک جائے تو یہ مسافر یا مقیم نہ کہلائے۔ پھر آگے بڑھ کر ارشاد ہے کہ اے دُنیا کی راہ چلنے والے تو دُنیا کی زندگی سے بالکل دل اُٹھالے اور اغراض دنیوی سے ایسا بے غرض اور بے لوث ہو جا کہ گویا تو زندوں میں نہیں مردوں میں ہے، دُنیا میں نہیں آخرت میں ہے، زندوں میں رہ کر زندگی سے دور رہ، اس زندگی کو زندگی نہ جان اس کو دراصل مردگی سمجھ، یہاں کی

مردگی وہاں کی زندگی ہے اور یہاں کی زندگی وہاں کی مردگی ہے۔ بس اے دنیا کے راہ رو! یہ دُنیا تیرا وہ جلد ختم ہو جانے والا راستہ ہے جہاں سے تجھے کچھ لیجانا ہے، راہ پر چلنا ہے مگر دھیان منزل کا رکھنا ہے، زندہ ضرور رہنا ہے مگر زندگی کے بعد کا خیال دل میں جمانا ہے، تو ناعاقبت اندیش نہ بن کہ اس ناپائیدار دُنیا کو رہائش گاہ سمجھ بیٹھے، آخرت کو بھلا بیٹھے، دُنیا پر نگاہ جمالے، آخرت سے نظر پھیر لے۔

دُنیا کے ایک ایک لمحہ کی قیمت جان، ایک ایک منٹ کی قدر پہچان، یہ دُنیا کی گھڑیاں نہیں موتیوں کی لڑیاں ہیں، اس کا ایک ایک پل انمول موتی ہے، اس کی قیمت یہاں نہیں وہاں لگتی ہے، اگر اس دُنیا کے لمحات کی قدر کرلی تو یہاں کا ایک ایک لمحہ دوسرے عالم میں لاکھوں بلکہ بے شمار برسوں کی راحت میں تبدیل ہوگا، قطرہ سمندر بن جائے گا، ذرّہ پہاڑ کی شکل میں سامنے آجائے گا تو پھر اس سستے سودے سے پیچھے کیوں ہٹتا ہے؟ اپنی ناسمجھی کا ثبوت خود پیش کیوں کرتا ہے؟۔ یاد رکھ جس طرح تو یہاں دُنیا کا بھوکا ہے اس راستہ کی راحت پر مٹا ہے، دُنیا کس قدر بھی تجھے مل جائے ''هَلْ مِنْ مَّزِيْد '' (کیا اور بھی ہے) کا نعرہ لگاتا ہے اسی طرح آخرت میں پہنچ کر تو وہاں ثواب و اَجر کا بھوکا ہوگا، بہت کو تھوڑا جانے گا تھوڑے کو کچھ نہ جانے گا، اَجر و ثواب کے ذرّہ ذرّہ کو ترستا ہوگا۔

ذرا غور کر تیرے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مثال سے اسی حقیقت کو کیسا کھولا ہے اور خیر طلبی کے لئے تجھ کو کیسا اُبھارا ہے، فرمان عالی ہے اور ارشاد گرامی ہے ''اِنَّ عَبْدًا لَوْ خَرَّ عَلٰى وَجْهِهٖ مِنْ يَوْمٍ وُلِدَ اِلٰى اَنْ يَمُوْتَ هَرِمًا فِىْ طَاعَةِ اللّٰهِ لَحَقَرَهٗ فِىْ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَوْ دَّ اَنَّهٗ رُدَّ اِلَى الدُّنْيَا كَيْمَا يَزْدَادَ مِنَ الْاَجْرِ وَالثَّوَابَ (رواه احمد) '' کہ اگر کوئی بندہ پیدائش کے دن سے بوڑھا ہو کر مرنے تک خدا کی طاعت و عبادت میں سرنگوں رہے تو وہ البتہ اپنی عبادت و طاعت کو

قیامت کے دن حقیر خیال کرے گا اور یہ آرزو کرے گا کہ اس کو پھر دُنیا میں واپس کر دیا جائے تاکہ اس کا اجر و ثواب زیادہ ہو جائے۔ اللہ اکبر حرص کا کیا ٹھکانہ ہے کہ ولادت سے لے کر ممات تک، ابتدائے حیات سے وفات تک بندہ سر بسجود رہا جبہ فرسائی کرتا رہا ایک لمحہ کے لئے مولا سے غافل نہ رہا، بچپن بھی اسی طرح گذارا جوانی بھی اسی طرح کاٹی بڑھاپا بھی اسی طرح ختم کیا یہاں تک کہ پیغام اجل کو لبیک کہا مگر جب آخرت میں گیا تو کیے پر تسلی نہ پائی، لائے ہوئے ذخیرہ پر تشفی نہ ہوئی اور آرزو کرنے لگا کہ پھر دُنیا میں جائے اور پھر اسی قدر لائے اور اَجر پائے۔ لہٰذا اے دُنیا کے راہ گیر! تو دُنیا میں رہ کر دُنیا کے لئے حرص مند نہ ہو بلکہ آخرت کے لئے حرص کر، دُنیا میں تھوڑے پر کفایت کر آخرت کے لئے تھوڑے پر صبر نہ کر، دُنیا میں تو جانے کے لئے آیا ہے آخرت میں رہنے کے لئے جائے گا، جانے والی چیز کو جانے دے باقی رہنے والی چیز کی فکر ہر دم باقی رکھ۔

دُنیا دل لگانے کی چیز نہیں آخرت دل سے بُھلانے کی چیز نہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا صحیح فرمان ہے جو عقلمند کے لئے کُھلا اعلان ہے ”مَا طَلَعَتِ الشمسُ اِلَّا وبجنبتیھا مَلَکَانِ یُنَادِیَانِ یُسمِعَانَ الْخَلائقَ غَیْرَ الثَّقْلِینِ یَا اَیُّھَا النَّاس ھَلُمُّوا اِلٰی رَبِّکُمْ مَا قَلَّ وَکَفٰی خِیْرٌ مِمَّا کَثُرَ وَالْھٰی (ابو نعیم فی الحلیة“ یعنی جب آفتاب طلوع ہوتا ہے تو اس کے دونوں پہلوؤں میں دو فرشتے ہوتے ہیں جو پکارتے اور مخلوقات کو سُناتے ہیں ان کے پکارنے کی آواز کو ساری مخلوق سنتی ہے مگر جن وانس نہیں سنتے، وہ یہ اعلان کرتے ہیں کہ لوگو! اپنے پروردگار کی طرف چلے آؤ اور اس بات کو جان لو کہ جو مال کم ہو اور کافی ہو وہ اُس مال سے بہتر ہے جو زیادہ ہو اور لہو ولعب میں ڈالے یعنی خدا تعالیٰ کی عبادت سے باز رکھے، گویا ہر روز فرشتے دُنیا کے راہ گیر کو جگاتے ہیں، خواب غفلت سے اُٹھاتے ہیں قدم قدم پر آخرت

یاد دلاتے ہیں کہ اپنے پروردگار کی طرف دوڑا چلا آ، تیز تیز قدم اُٹھاتا آ، تھوڑے پر تسلی کرتا جا، بھلائی پر نظر رکھتا جا، وہ بہت مال کس کام کا جو تجھ کو اپنے مولا سے بھٹکا دے، دُنیا بنا کے آخرت بگاڑ دے، خالق سے دور کر کے شیطان سے تیرا رشتہ جوڑ دے۔ منزل کو کیوں بھولتا ہے، راستہ کی حقیقت سمجھنے میں کیوں دھوکا کھاتا ہے، دُنیا کے فریب میں کیوں آتا ہے، مال کی محبت میں کیوں اُلجھتا ہے، آخرت تجھ سے کچھ دور نہیں تیرے سفر کے ختم ہونے میں کچھ دیر نہیں۔

آخرت کچھ دور نہیں

آخرت کے راہی ذرا سوچ، کچھ تو عقل سے کام لے آخرت کو بُھلاتا ہے جو تیری طرف تیزی سے بڑھتی آ رہی ہے، دُنیا سے دل لگاتا ہے جس کو تو پیٹھ کی جانب چھوڑتا جا رہا ہے، آگے دیکھ پیچھے نہ دیکھ، جو آگے دیکھ کر چلے گا وہ سیدھا بے خطر چلے گا اور جو چلتے میں پیچھے مُڑ مُڑ کر دیکھے گا وہ ٹھوکر کھائے گا منہ کے بل گرے گا۔

حضرت لقمانؑ اپنے صاحبزدہ کو کیا خوب نصیحت فرماتے ہیں دُنیا کی پول کھولتے ہیں، انسان کو خواب غفلت سے جگاتے ہیں، آخرت کا دھیان دل میں بٹھاتے ہیں فرماتے ہیں "اِنَّ النَّاسَ قَدْ تَطَاوَلَ عَلَيْهِم مَا يُوعَدُونَ وَهُمْ اِلَى الْاٰخِرَةِ سِرَاعًا يَذْهَبُوْنَ وَاِنَّكَ قَدِ اسْتَدْبَرْتَ الدُّنْيَا مُنْذُ كُنْتَ وَاسْتَقْبَلْتَ الْاٰخِرَةَ وَاِنَّ دَارًا تَسِيْرُ اِلَيْهَا اَقْرَبُ اِلَيْكَ مِنْ دَارٍ تَخْرُجُ مِنْهَا (رزین)" "یعنی عرصہ دراز سے لوگوں کو حشر و نشر و حساب کتاب اور منزل آخرت کے پیش آنے والے جن اُمور کا وعدہ دیا جا رہا ہے وہ ان کو دور نظر آ رہے ہیں، وہ ان سے بے فکر و بے غم ہیں، انہوں نے اپنی فکر و سوچ کو ہٹا کر راہ دنیا پر لگا دی ہے، حالانکہ یہ انصاف کا خون کرنا ہے، عقل کو دھوکا دینا ہے، دُنیا میں اگر انسان ٹھہرا ہوتا برقرار و

پُرسکون ہوتا حرکت واضطراب سے دور ہوتا تو اس خیال میں کچھ حقیقت ہوتی اور وہ اپنے اس خیال میں قدرے حق بجانب ہوتا لیکن واقعہ تو یہ ہے کہ انسان آخرت کی طرف سرعت وتیزی سے بڑھتا جا رہا ہے، دُنیا سے دور بلکہ دور تر اور آخرت سے قریب بلکہ قریب تر ہوتا جا رہا ہے، پھر ایسی چیز جو سامنے چلی آ رہی ہو آج کچھ اور کل اور قریب ہو رہی ہو اس کو کون عقلمند دور جانے گا۔

پھر صاحبزادے کو خطاب فرما کر ''وَاِنَّکَ'' سے ارشاد فرماتے ہیں کہ اے صاحبزادے! دُنیا میں جب سے تم نے قدم رکھا ہے تم ایک راستہ پر چل پڑے ہو، تمہارے آگے پیچھے کی دو سمتیں قائم ہو گئی ہیں، تمہاری پشت دُنیا کی طرف ہے اور منہ آخرت کی جانب یعنی دُنیا کو چھوڑ رہے ہو آخرت کی سمت بڑھ رہے ہو، جس طرح تمہارا رُخ آخرت کی جانب ہے تم اپنے خیال و دھیان کو بھی ادھر ہی پھیر دو اور آخرت کو کچھ دور نہ جانو۔ پھر ''وَاِنَّ دَارًا'' سے اسی حقیقت کو ایک نہایت پاکیزہ مثال سے وضاحت کی روشنی میں لاتے ہیں اور یوں گوہر بار ہوتے ہیں کہ اے صاحبزادے! تم ذرا یہ سوچو کہ اگر دو گھر ہوں اور تم ایک سے نکل کر دوسرے کی جانب روانہ ہو تو تم اس گھر سے قریب تر ہو جس کی طرف تم بڑھتے جا رہے ہو اور اس گھر سے تم دور تر ہو جس کو تم چھوڑتے جا رہے ہو، رفتہ رفتہ قدم قدم پر پیچھے رہنے والی چیز کس قدر بھی قریب ہو پھر دور ہے لحہ بہ لحہ ساعت بہ ساعت آگے سے آنے والی چیز کس قدر بھی دور ہو پھر قریب ہے، دنیا کی نزدیکی پل پل پر دوری سے بدل رہی ہے، آخرت کی دوری لحہ بہ لحہ نزدیکی سے بدل رہی ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ اے دُنیا کے مسافر منزل آخرت کو دور نہ جان، اُس کو اپنے دھیان وخیال سے نہ نکلنے دے، ہردم اور ہر گھڑی اُسی کی تیاری میں لگا رہ، دُنیا کو خطرہ (خاطر) میں نہ لا، اس پر اپنی توجہ نہ لگا جس کو تو چھوڑے اس کی طرف کیا منہ

موڑے، تو ایسا ناعاقبت اندیش نہ بن کہ پوری راہ غفلت میں طے کرے پھر آخر جب کوس رحلت بجے اور تو منزل مقصود میں قدم رکھے تو تیری آنکھیں کھلیں تب سمجھے کہ جس کو منزل جانا تھا وہ منزل نہ تھی راہ تھی، جس کو ہمیشہ فرودگاہ خیال کیا تھا وہ عارضی اور وقتی قیام گاہ تھی۔ بس اس حیرانی اور یاس وحسرت میں تو دست حسرت ملے اور زبان پر یہ الفاظ ہوں ''یَالَیْتَنِیْ قَدَّمْتُ لِحَیَاتِیْ'' کہ کاش میں اپنی زندگی کے لئے کچھ آگے بھیجتا جس کو آج یہاں آکر پاتا اور آج خالی ہاتھ نہ ہوتا۔ ماضی پر نہ روتا، کئے کو نہ بھگتتا بلکہ کوشش کا ثمرہ پاتا، سامان راہ سے فائدہ اُٹھاتا اور تم روتے تو میں ہنستا اوروں کا مستقبل تاریک ہوتا تو میرا مستقبل روشن ہوتا۔ بس اے ہوشمند انسان! اس بے وفا دُنیا پر کبھی تکیہ نہ کر اور دُنیا کے ناپائیدار دنوں پر اپنی لمبی لمبی اُمیدوں کی عمارتیں کھڑی نہ کر، یہ دُنیا جس پر تو فریفتہ ہے جس کا تو عاشق اور دلدادہ ہے یہ تیری کبھی نہیں بنتی، تیرے ساتھ ہمدردی کبھی نہیں کرتی بلکہ منٹوں میں تیری آرزوؤں کو خاک میں ملاتی ہے، تیری اُمیدوں پر پانی پھیرتی ہے اور اشاروں میں تجھے آخرت میں جا چھوڑتی ہے اس لئے تو اس کی بے رُخی اور بے وفائی کو دھیان میں رکھ اور منٹ منٹ قدم قدم پر موت سے ڈر۔ کیا پیارے رسول کے پیارے ساتھی حضرت معاذؓ کا فرمان تو نے سُنا ہے، اُنہوں نے دُنیا کو کس نظر سے دیکھا ہے فرماتے ہیں ''مَا خَطَوْتُ اِلَّا ظَنَنْتُ اَنِّیْ لَا اَتْبَعُہٗ اُخْرٰی'' کہ میں نے زندگی میں جو بھی قدم اُٹھایا اس پر خیال کیا کہ شاید دوسرا قدم نہ اُٹھا سکوں اور دوسرا قدم اُٹھانے سے پہلے آخرت کو سدھاروں، لہٰذا دُنیا کے مسافر! ذرا تو اپنے حال کو اُن بزرگوں کے حال سے ملا کہ تیری غفلت کا یہ عالم ہے کہ تو دنوں اور مہینوں موت کا دھیان دل میں نہیں لاتا، موت سے نہیں کھٹکتا، دُنیا کو آخرت سمجھ بیٹھا ہے اور آخرت کو ایک دھوکا جانتا ہے، جان لے کہ تو اگرچہ موت سے بے فکر ہو بے غم اور نڈر رہو مگر موت تیری فکر میں، گھات میں لگی ہے، وقت کی منتظر ہے

اُدھر وقت آیا اُدھر کہیں نہ کہیں سے تجھ کو ڈھونڈ نکالے گی، تیری لمبی لمبی اُمیدوں اور آرزوؤں پر چُھری چلائے گی اور اشاروں میں تجھ کو تیرے مولا سے جا ملائے گی، اس لئے اے دُنیا کے مسافر! زندگی کو غنیمت جان اس کی ایک ایک گھڑی کی قدر و قیمت پہچان، کیا تجھ کو پتہ ہے تیرے نبی اقدس ﷺ نے کیا فرمایا ہے، تیری زندگی کو کیسا بنایا ہے "اِغْتَنِمْ خَمْسًا قَبْلَ خَمْسٍ شَبَابَکَ قَبْلَ هَرَمِکَ وَصِحَّتَکَ قَبْلَ سُقْمِکَ وَغِنَاکَ قَبْلَ فَقْرِکَ وَفَرَاغَکَ قَبْلَ شُغْلِکَ وَحَيٰوتَکَ قَبْلَ مَوْتِکَ (ترمذی) "یعنی پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت جان، جوانی کو بڑھاپے سے پہلے، صحت کو بیماری سے پہلے، امیری کو فقیری سے پہلے، فراغت کو مشغولی سے پہلے، زندگی کو موت سے پہلے۔ گویا اے انسان! اگر تو جوان ہو، تومند و توانا ہو، طاقت و قوت سے بھر پور ہو، جوش و اُمنگ سے مالا مال ہو تو زندگی کے اس زرّیں موقع کو ہر گز نہ گنواں۔ پوری طاقت و ہمّت سے آخرت کما۔ اللہ کی دی ہوئی جوانی کو اس کی حکم برداری میں کھپا، یہ سوچ کر عقل و انصاف کا خون نہ کر کہ ابھی تو دنیا کا مزا لے لیں، زندگی کی بہار کا لطف اُٹھالیں، جب بوڑھے ہوں گے جوانی کے دن ڈھلیں گے، قوت و طاقت میں گریں گے تو آقا کے سامنے جُھکیں گے آخرت کا سوچیں گے اور اُدھر کی تیاری کریں گے۔ اے انسان! کس قدر شرم و حیا کی بات ہے کہ جب تو کسی کام کا ہو تو تُو شیطان کے ہاتھوں میں کھیلے، دُنیا کے ہاتھ بکے، خواہشات کا کھلونا بنے اور جب تیرے بدن کی ہر چیز جواب دے اور تیرا بدن طاقت چھوڑ بیٹھے، بینائی و شنوائی بھی کھو بیٹھے اور تو دُنیا کو نہ چھوڑے بلکہ دُنیا تجھ کو چھوڑ دے اس وقت تو مولا کی طرف رُخ کرے اور آخرت کا دھیان دل میں لائے، اُن عاجزی کے دنوں میں تجھ سے کیا بن آئے گا کئے کاموں کو بھی بگاڑے گا، ارادے بہت کرے گا مگر کچھ نہ کر سکے گا، لہٰذا اے ہوشمند انسان قدرت و طاقت کے ایام کو غنیمت جان

کام کو عاجزی کے دنوں پر نہ ٹال۔

اگر تو تندرست ہو چاق و چوبند ہو صحت کے مزے لوٹ رہا ہو تو آخرت کا دھیان کر موت کے بعد کی فکر کر اور بیمار ہونے سے پہلے بہت کچھ کر گذر۔ صحت اللہ کی زبردست نعمت ہے بلکہ ہزاروں نعمتوں کی ایک نعمت ہے اس نعمت کو دُنیا پر لگا کر آخرت کو ہاتھ سے نہ گنواں، انسان بیماریوں میں گھرا ہے آفات جسمانی کا نشانہ ہے کیا پتہ کب تک تندرست ہے اور کب بیمار ہے، بیماری میں آخرت یاد آئی تو کیا کر سکے گا۔ عاجزی کے دنوں میں قدرت کے اسباب کہاں پائے گا، مجبوری ہوگی، معذوری ہوگی پچھتائے گا اور صحت کو یاد کرے گا اور اپنی غفلت پر چار آنسو بہائے گا مگر گیا وقت پھر ہاتھ نہ آئے گا۔ اگر تو مالدار و غنی ہو، روپے پیسے میں کھیلتا ہو، خوشحالی اور بے غمی میں پلتا ہو تو اس بیش قیمت موقع کو رائے گاں نہ کھو، اور اپنی خوشحالی میں اپنے مولا کو بھی خوش کر دے۔ آخرت کی خوشی کے سامان مہیا کر لے، پیسہ کو آخرت پر قربان کر دے، مال کو وہاں کی بھلائی پر لٹا دے، جانتا ہے دُنیا کی دولت چلتی پھرتی سایہ ہے آج ہے کل نہیں ہے، فقیر و نادار ہو جائے گا تو پچھتائے گا کہ ہائے امیری میں کچھ کر لیتا آخرت کے دنوں کو بنا لیتا تو آج نہ پچھتاتا۔ اگر تجھ کو فرصت ہے، فراغت ہے تو اس انمول گھڑی کو غنیمت جان، دُنیا کے بازار میں سب کچھ ہے مگر فرصت نہیں ہے، ہر شخص کام سے نالاں ہے، شغل میں سرگرداں ہے، اگر ظاہر میں کوئی بیکار ہے تو اس کی بیکاری بھی اس پر کام سے زیادہ بار ہے۔ غرض یہاں دُنیا میں فراغت بہت کم ہے مشغولیت بہت زیادہ ہے، لہٰذا اگر تو فرصت پالے تو اس کو آخرت کی درستی میں لگا دے، اسی طرح اگر تو زندہ ہے تو زندگی کے ایک ایک لمحہ کی قدر کر اور آخرت کی درستی میں کمی نہ کر، زندگی کا کچھ بھروسہ نہیں، سانس کا کچھ اعتبار نہیں، ابھی تو اگر زندوں میں ہے تو ابھی مردوں میں ہے، ابھی دوسرے تیرے کندھوں پر ہیں تو ابھی تو خود ان کے

کندھوں پر ہوگا۔ لہٰذا موت سے پہلے کچھ کر لے اس چلتی دُنیا سے کچھ لے چل ورنہ عنقریب اس رہتی بستی دُنیا کو تو چھوڑ جائے گا اور خود چل بسے گا، سب کچھ ہوگا ایک تو نہ ہوگا۔

آخرت کی ہولناکی

اے دنیا کے مسافر اور آخرت کے راہی اس سفر دنیا میں تو نے بڑی بڑی تکلیفیں جھیلیں، طرح طرح کی ٹھوکریں کھائی لیکن اگر تو نے پورے سفر میں اپنی آخرت پر نظر رکھی، دل میں اس کی فکر رکھی تو یاد رکھ ان ساری راہ کی تکلیفوں کو تو موت کے بعد یکسر بُھلا دے گا، منزل آخرت میں پہنچ کر ساری کلفتیں بیک دم دل سے مٹا دے گا اور اگر تو غفلت کا شکار رہا دُنیا میں خالی ہاتھ آیا اور خالی ہاتھ یہاں سے چلا تو سمجھ کہ ہمیشہ کے لئے راحت سے ہاتھ دھو بیٹھا، ہمیشہ کا چین کھو بیٹھا، سب سے پہلے تیرے سامنے قبر کی سخت دشوار گذار گھاٹی ہے جس سے تجھ کو گذرنا لازمی ہے، تیرے نبی مقدس ﷺ کا فرمان ہے اور عقلمند کے لئے کھلا اعلان ہے ”اِنَّمَا القبرُ رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الجَنَّةِ اَوْ حُفْرَةٌ مِنْ حُفرَ النَّارِ (ترمذی)“ کہ قبر یا تو جنت کے باغیچوں میں سے ایک باغیچہ ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔ اگر قبر تیرے لئے باغ بن گئی تو تو بھی خوشی میں باغ باغ ہے اور اگر گڑھا ہوگئی تو تو عذاب الٰہی کا لقمہ ہے، سانپ، بچھو کی غذا ہے، کیڑے مکوڑوں کا شکار ہے، پھر سوچ اگر تو نے دُنیا کا سفر بے سوچ گذارا، بے سروسامنی سے یہاں سے چل بسا تو تیری قبر میں کیا گت بنے گی، تو چلائے گا چیخے گا مگر تیری سُنوائی نہ ہوگی، بس تو ہوگا تیرا عمل ہوگا اور اپنے کیئے کو بھگتتا ہوگا۔ تیرے نبی مقدس ﷺ کا فرمانِ گرامی ہے کہ ہر روز قبر آواز دیتی ہے اور جن وانس کے علاوہ دُنیا کی ہر چیز کو اپنی آواز سُناتی ہے ”اَنَا بَيْتُ الغُربَةِ

وَاَنَا بَيْتُ الْوَحِدَةِ وَاَنَا بَيْتُ التُّرَاب وَاَنَا بَيْتُ الدُّودِ (ترمذی) ’’کہ میں غربت کا گھر ہوں، میں تنہائی کا گھر ہوں، مٹی کا گھر ہوں، میں کیڑوں کا گھر ہوں۔ ہائے کیا ہولناک حال ہوگا تو تن تنہا غریبوں کی طرح مٹی میں پڑا ہوگا، ہیبت ناک سانپ تیرے لپٹے ہوں گے اور تجھ کو ڈستے ہوں گے اور وہ سانپ ایسے زہریلے ہوں گے بمطابق فرمان نبوی ﷺ اگر ان میں ایک سانپ اس زمین پر پھونک مار دے تو تا قیامت زمین سے روئیدگی کا مادّہ مٹا دے اور ہمیشہ کے لئے زمین کو جلا پھینکے۔

قبر کی منزل کے بعد آخرت کی کڑی منزل ہے، سخت ہولناک اور دلگداز ہے، دلشکن اور دلفگار ہے، خالق دو جہاں نے اس کی ہولنا کی اس کے مختلف ناموں سے کھولی ہے کیونکہ نام مُسمّٰی کی کھلی نشانی ہے، یہی ’’قَارِعَة‘‘ ہے جو دلوں کو خوف وہراس سے پاش پاش کر ڈالے گی، اتحاد و یگانگت کا شیرازہ بکھیر دے گی، پہاڑوں کو ریزہ ریزہ کر ڈالے گی، آسمانوں کو چیر دے گی، یہی ’’غَاشِيَة‘‘ ہے جو ہوش ربا واقعات سے انسانوں کو ڈھک لے گی، طرح طرح کی ہولنا کیوں میں چھپالے گی، کسی کو بھاگنے کا رُخ نہ مل سکے گا، کوئی بچاؤ کا راستہ نہ پا سکے گا، بُرے عمل بھیانک صورت میں ہر ایک کے سامنے ہوں گے جو اس کے تن بدن کو لرزا دیں گے، یہی یوم عظیم ہے، وہ بڑا دن ہے جبکہ سارے انسان اپنے اعمال لے کر سب سے بڑے بادشاہ کی عدالت میں پیش ہوں گے اور آخری فیصلہ کے لئے ہراساں اور ترساں ہوں گے، یہی ’’حَاقَّۃُ‘‘ ہے جو آخرت کی ہولنا کیوں کو سچا کر دکھائے گی، وہاں کے سارے خطرات کو سامنے لا کھڑا کرے گی، انسان ماضی اور مستقبل کو وہاں یک جا دیکھے گا، اگلے پچھلے عملوں کو اکٹھا پائے گا اور اپنے بچاؤ کے رُخ ٹٹولتا ہوگا، آئی بلا کو سر پر سے ٹالتا ہوگا مگر پتہ لگالے گا کہ واقعی ٹوٹی کی بُوٹی نہیں، علاج کا وقت جا چکا سُدھار کا موقع گذر چکا، اب مصیبت میں گھرا ہے، بس اب اللہ ہی اللہ ہے، یہی منزل ہے جس کا نام ’’یَوْمُ

التلاق ''ہے، یعنی وہ دن اگلوں پچھلوں کو جوڑ دے گا سب کو یکجا کر دے گا، بچھڑوں کو ملا دے گا، بکھروں کو اکٹھا کر دے گا، یہی ''یَوْمُ الْآزِفَة'' ہے، یعنی قریب آجانے والا دن، کیونکہ وہ انسانوں سے کچھ دور نہیں، ابھی مرے ابھی سر پر ہے، ابھی قبر ہے تو ابھی حشر و نشر ہے، یہی ''یَوْمُ الْحِسَاب'' ہے، یعنی دُنیا عمل کا میدان ہے تو آخرت حساب کا دن ہے، ایک ایک عمل کا حساب ہوگا، ہر ایک کا کچا چٹھا اُس کے سامنے ہوگا اُس کو انکار کا موقع نہ ہوگا، سوائے اقرار کے کوئی چارہ نہ ہوگا، ہر ایک بات کو مانتا ہوگا، و تسلیم کرتا ہوگا، معافی چاہتا ہوگا کیے پر نادم و پشیمان ہوگا غرض اپنے عمل پر آپ گواہ ہوگا اور اقراری مجرم ہوگا۔

لہٰذا اے آخرت کے راہی! تو آخرت کے مختلف القاب سے اس کی ہولنا کی کا اندازہ کر اور خدارا دُنیا سے کچھ لے چل، تیرے سامنے یہ خطرات ہیں اور تو غفلت سے چل رہا ہے، آنکھوں دیکھے کنوئیں میں گر رہا ہے، للہ یہ کیا کر رہا ہے، ہوش سنبھال جلد سُدھر۔ ماضی کو جانے دے مستقبل کی فکر کر، دیکھ آخرت کی سب سے بڑی ہولنا کی یہی ہے کہ وہاں عمل کا دروازہ بند ہے، تلافی کا راستہ مسدود ہے، یا تو ابدی خوشی و مسرت ہے یا ابدی یاس و حسرت ہے اس لئے عقل کا تقاضا ہے کہ دُنیا کے سفر میں ہوش و بیداری ہو اور منزل آخرت کی پوری پوری تیاری ہو، یہاں کا ایک ایک لمحہ اور ایک ایک پل غفلت مین نہ گذرے اس راستہ کا ایک ایک قدم نہایت ہوشیاری اور سنجیدگی سے اُٹھے، ہر وقت یہ نظریہ پیش نظر ہو کہ جو کچھ ہو وہ ذخیرہ آخرت ہو، یہاں کا کچھ ہو یا نہ ہو لیکن وہاں کا ضرور کچھ ہو، یہاں کا چاہے سب کچھ بگڑے لیکن وہاں کا ضرور سُدھرے، اس راہ دُنیا کا آرام اگر اب ہاتھ سے گیا تو اب رنج ہوگا پھر رنج کبھی نہیں ہوگا لیکن اگر آخرت کے آرام کی پروانہ کی تو گو اس کا اب رنج نہ ہو لیکن منزل مقصود پر پہنچ کر رنج ہوگا اور پھر وہ رنج کبھی ختم نہ ہوگا، اگر دُنیا میں عمل بھی ہوتا اور ساتھ

ساتھ حساب بھی ہوتا یعنی باز پُرس بھی ساتھ ساتھ ہوتی تو آخرت کی راحت شاید ہی کسی کے ہاتھ سے جاتی، یہاں کی غلطی یہیں نکال لی جاتی، لغزش اگر ہوتی تو تلافی بھی اس کے ہمراہ ہوتی، لیکن حقیقت ایسی نہیں، راہ دُنیا محض عمل کا میدان ہے صرف تیاری کا مقام ہے، یہاں کی غلطی کو یہاں نہیں بھگتنا ہے، یہاں کی تیاری کا پھل یہاں نہیں کھانا ہے، یہی حال منزل آخرت کا ہے کہ وہاں راہِ دُنیا کی غلطیوں اور کوتاہیوں پر صرف محاسبہ ہے یا تو گرفت و بندش ہے یا مرحمت و داد و دہش ہے، عمل کی کوئی گنجائش نہیں، تلافی کا کوئی امکان نہیں، اگر وہاں بھی عمل کا موقع ملتا تو جنت آباد ہوتی۔ مگر حقیقت تو یہ ہے کہ وہاں یہ کوئی کہہ نہیں سکتا کہ اب تک نہ کیا تو اب کرلیں، اب تک کھویا تو اب کمالیں۔

بس اسی حقیقت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مختصر سے دو جملوں میں کیا خوب ظاہر فرمایا ہے اور دُنیا اور آخرت کی اس نزاکت کو کیا بہتر طریقہ سے کھولا ہے کہ ارشاد ہے ”کُونُوا مِنْ اَبْنَاءِ الآخِرَةِ وَلَا تَكُونُوا مِن اَبْنَاءِ الدُّنيَا فَإِنَّ الْيَومَ عَمَلٌ وَلَا حِسَابَ وَغَدًا حِسَابٌ ولا عَمِلَ (بخاری) “ کہ لوگو! آخرت والے بنو دُنیا والے نہ بنو کیونکہ آج یعنی اسی سفرِ دُنیا میں عمل ہی عمل ہے حساب نہیں اور کل یعنی آخرت میں حساب ہی حساب ہے عمل نہیں۔ لہٰذا اس عملی میدان کو غنیمت جانو اور عمل میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھو، وہاں کے لئے تیاری میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرو۔ وہاں پہنچ کر وہاں کی فکر نہ کرو وہاں کی یہیں سے فکر کرو اور کچھ لے چلو یہ دُنیا کے تیزی سے گذرنے والے لمحات ان مول موتی ہیں اگر ان کو کام میں لے لیا اور آگے کا دھیان وخیال کرلیا تو یاد رکھو ہمیشہ کا کام بنالیا، اَبدی پچھتاوے سے جان کو چھڑا لیا اور اگر ان لمحات کو یوں ہی گنوایا دُنیا کے زرّین اوقات کو رائیگاں کھویا تو یوں سمجھو کہ ابدی رنج وغم کو مول لیا آخرت کی ہمیشہ کی زندگی کو بے مزہ کیا، چنانچہ مومنین کو حضرت باری تعالیٰ سے

یہی ہدایت ملی ہے کہ اللہ کا ڈر دل میں رکھو کل کا دھیان رکھ کر زندگی کا ہر قدم پھونک پھونک کر رکھو، آخرت کے دن کو ہرگز نہ بُھلاؤ، وہاں کی راحت کا سامان یہیں سے بناؤ، ارشاد ہے "یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ" یعنی اے ایمان والو ڈرتے رہو اللہ سے اور چاہیے کہ دیکھے نفس کیا بھیجتا ہے کل کے واسطے اور ڈرتے رہو اللہ سے بیشک اللہ کو خبر ہے جو تم کرتے ہو۔ گویا فرمان ہے کہ آخرت کچھ دور نہیں آج نہیں تو کل ہے بہرحال سر پر ہے، اُسی کی فکر میں امن ونجات ہے اس سے غفلت میں تباہی وہلاکت ہے انسان نے کل کا سامان کرلیا تو بیڑا پار ہے، اگر بے سروسامنی سے چل بسا تو بربادی کا شکار ہے، لہٰذا اے دُنیا کے مسافر تیرا سفر پُرخطر ہے مختصر ہے۔ کل کی گھڑی تیرے سر پر کھڑی ہے آخرت کچھ دور نہیں بلکہ تیزی سے تیری جانب بڑھتی آرہی ہے تجھ سے جلد ملا چاہتی ہے۔ فرمان نبوی ہے "هٰذِهِ الدُّنْیَا مُرْتَحِلَةٌ ذَاهِبَةٌ وَهٰذِهِ الآخرة مُرْتَحِلَةٌ قَادِمَةٌ" کہ یہ دُنیا کوچ کرنے والی اور جانے والی ہے اور آخرت آگے بڑھنے والی اور آنے والی ہے، یعنی جانے والی کو جانے دے، جو تجھ کو چھوڑے تو بھی اُسے چھوڑ دے جو تجھ سے منہ موڑے تو بھی اس سے رُخ پھیر لے، پیچھے نہ دیکھ آگے دیکھ، دُنیا جو تیرے پیچھے ہے اُسے پس پشت ڈال آخرت جو تیرے سامنے ہے اُس کو نظر کے سامنے رکھ جان وتن، مال ودھن اُسی کی تیاری میں کھپا اور تو وہ ہوشیار چاق وچوبند مسافر بن جو گھر کا پورا سامان راحت لے کر گھر میں اُترتا ہے، اسباب راحت سے لدا پھدا منزل میں قدم رکھتا ہے اور پھر گھر کو تکلیف کدہ نہیں راحت کدہ بناتا ہے۔

اے غفلت سے قدم اُٹھانے والے مسافر اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبہ کو ذرا سُن اور دل کے کان کھول ارشاد فرماتے ہیں "اَلَا اِنَّ الدُّنْیَا عَرَضٌ

حَاضِرٌ یَاکُلُ مِنۡهُ الۡبَرُّ وَالۡفَاجِرُ اَلَا وَاِنَّ الۡآخِرَةَ اَجَلٌ صَادِقٌ وَیَقۡضِیۡ فِیۡهَا مَلِکٌ قَادِرٌ اَلَا وَاِنَّ الۡخَیۡرَ کُلَّهٗ بِحَذَافِیۡرِهٖ فِی الۡجَنَّةِ اَلَا وَاِنَّ الشَّرَّ کُلَّهٗ بِحَذَافِیۡرِهٖ فِی النَّارِ اَلَا فَاعۡمَلُوۡا وَاَنۡتُمۡ مِنَ اللّٰهِ عَلٰی حَذَرٍ وَاعۡمَلُوۡا اَنَّکُمۡ مُعۡرِضُوۡنَ عَلٰی اَعۡمَالِکُمۡ ہ فَمَنۡ یَعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ خَیۡرًا یَّرَهٗ ط وَمَنۡ یَعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَهٗ . (شافعی) ''یعنی خبردار دُنیا ایک فانی پونجی ہے، اس میں سے نیک بھی کھاتا ہے اور بد بھی اور آخرت ایک بلاشک آنے والی مدت ہے، اس میں فیصلہ ایک باقدرت بادشاہ کے ہاتھ میں ہوگا، خبردار ساری بھلائیاں جنت میں ہونگیں اور ساری کی ساری بُرائیاں دوزخ میں۔ خبردار ڈرتے ڈرتے عمل کرو اور جان لو کہ تم اپنے عملوں کے ساتھ خدا کے سامنے پیش ہوگے، بس جو شخص ذرہ برابر نیک کام کرتا ہے وہ اس کی جزا پائے گا اور جو ذرّہ برابر بُرا کام کرتا ہے وہ اس کی سزا پائے گا۔

اس کلام نبوی ﷺ کا ایک ایک جملہ نصیحت و عبرت ہے اور اس میں فلاح آخرت و عافیت ہے، پہلے فرماتے ہیں کہ دُنیا ایک ایسا سامان ہے جو جلد چھن جانے والا ہے جو ہر وقت فنا کے خطرہ میں ہے ہر دم عدل و زوال کے کھٹکے میں ہے، اس پر کیا کوئی بھروسہ کرے کہ اس کو اپنا مقصد بنا کر اپنی آرزوؤں کی بنیاد اس پر کھڑی کرے، اس کا پانا کوئی خوبی نہیں، اس کا حاصل کر لینا کوئی برتری کی نشانی نہیں، یہ نیک کو بھی ملتی ہے اور بد کو بھی۔

اسی دُنیا کے مقابلہ میں آخرت ہے جو بلاشک آنے والی ہے، کسی حال میں ٹلنے والی نہیں، کوئی لاکھ جتن کرے مٹنے والی نہیں۔ پھر آئے گی تو کیسی؟ کیا ہو سکے گی اس میں رواداری اور مُنہ داری آپس داری اور خویش نوازی؟ نہیں نہیں وہ دُنیا نہیں آخرت ہوگی اس میں فیصلہ کن ذات ایک بے پناہ طاقت والی ہوگی جس کے حکم اور فیصلے کو کوئی چیز نہ پھیر سکے گی، اس کا حکم چل کر رہے گا، اس کا فیصلہ ٹل نہ سکے گا، اس کی

منشا سے کوئی منہ موڑ نہ سکے گا اس کے سامنے سے کوئی ہٹ نہ سکے گا۔ نیز یہ دُنیا نہ ہو گی کہ نیکی بدی سے ملی ہو، اچھائی بُرائی کے ساتھ شامل ہو، نیکیوں کا مقام اور نیکوں کا گھر جنت ہو گا اور بد اُس کی ہوا تک نہ پا سکے گا۔ بدیوں اور بدوں کا گھر دوزخ ہو گا اور نیک اس کے پاس نہ پھٹکے گا جو جیسا کرے گا وہ ویسا بھگتے گا، نیکی کی تو نیکی دیکھے گا، بدی کی تو بدی پائے گا، ہر معاملہ صاف اور کھرا ہو گا۔ لہٰذا اے دُنیا کے غافل مسافر تو نے اپنی منزل کا حال سُنا کیا تیرا دل کچھ ڈرا؟ تو کیوں اپنی جان کا آپ دشمن ہوا ہے، کیوں خود خود کا آپ مخالف بنا ہے۔ آنکھوں دیکھی جیتی مکھی نگلتا ہے جو کسی عقلمند نے نہیں کیا تو کرتا ہے، دین کو بدنام کرتا ہے، عقل پر بٹہ لگاتا ہے بلکہ انسانیت کو چھوڑ کر جانور سے جا ملتا ہے اور تخلیق باری پر حرف لاتا ہے، یہ کیا غضب کرتا ہے۔

آخرت کی تیاری

اے انسان! تو دُنیا میں مسافر یا راہ گیر ہے۔ دُنیا تیری راہ سفر ہے لیکن ہر سفر کی راہ متعین و مقرر ہے بخلاف دُنیا کی راہ کے کہ اس کی کوئی مقدار نہیں۔ اس کا کوئی اندازہ نہیں، نہ یہ راہ مہینوں اور دنوں سے ناپی جا سکتی ہے، نہ یہ گھڑیوں اور ساعتوں کے شمار میں آ سکتی ہے، کسی کو کیا پتہ وہ کب تک ہے اور کب نہیں، کب تک رہے اور کب چل بسے، انسان کے آنے میں پھر بھی دیر ہے جانے میں کچھ دیر نہیں۔ اس لئے اے انسان ہر وقت تیاری میں رہ، آخرت کے استقبال میں رہ، ایسا نہ ہو کہ تو تیار نہ ہو بے سروسامان ہو اور موت کا فرشتہ تجھ پر سوار ہو، سفر تیرا ختم ہو منزل پر تیرا قدم ہو مگر تو آخرت کے لئے کچھ نہ رکھتا ہو، کیا تجھے پتہ ہے نبی اکرم ﷺ کا کیا فرمان ہے، ارشاد ہے "اِذَا مَاتَ المَیِّتُ قَالَتْ المَلائِکَۃُ مَا قَدَّمَ وَقَالَ بَنُوْ آدَمَ مَا خَلَّفَ۔ (بیہقی)" "یعنی جب انسان اس دار فانی سے دار باقی کی طرف کوچ کرتا ہے اور ابھی

چار بھائیوں کے کندھوں پر ہوتا ہے تو فرشتے اور انسان اس کے بارے میں اپنے اپنے خیالات کے مطابق سوالات کرتے ہیں، فرشتے کہتے ہیں کہ اس مرنے والے نے اپنی آخرت کے لئے کیا بھیجا اور آدمی کہتے ہیں کہ اس نے دُنیا میں کیا چھوڑا، بس اے دنیا سے چل بسنے والے انسان فرشتوں کی نظر سے اپنے کو جانچ اور اپنے سامان کا جائزہ لے کہ وہ دُنیا میں رہ جانے والا ہے یا تیرے ساتھ جانے والا ہے، یہاں رہ جانے والا سامان یہیں چھوڑ اور ساتھ جانے والا سامان ہر دم اپنے ساتھ رکھ۔ اس بے وفا زندگی پر تو تکیہ لگائے بیٹھا ہے، اس فانی حیات پر تو نے بھروسہ کر رکھا ہے، زندگی کی حقیقت کو سمجھ، موت کے آنے کی رفتار کو پہچان، تیری زندگی کیا ہے، ایک ہوا ہے جس کا نام تو نے سانس رکھا ہے، وہ کبھی چلتی ہے کبھی رُکتی ہے کبھی ایک سمت چلتی ہے، کبھی اپنا رُخ پلٹتی ہے، یہ نہ چلنے میں وقت لیتی ہے نہ رُکنے میں، اس کا چلنا تیری زندگی ہے اس کا رُکنا تیری موت ہے، ابھی ہوا رُکی اور ابھی تیرا سفرِ دُنیا بھی رُکا اور تو منزل پر پہنچا، تیرا کیا تیرے سامنے آیا، پھر کان کھول اور یہ بھی سُن اور ہم سے نہیں بلکہ اپنے نبی اکرم ﷺ سے سُن ''یُبْعَثُ کُلُّ عَبْدٍ عَلٰی مَامَاتَ عَلَیْهِ. (مسلم)'' کہ قیامت کے دن ہر بندہ اُس حالت پر اُٹھایا جائے گا جس پر کہ وہ مرا ہے، گویا تیرا سفرِ دُنیا گو اچھا کٹا ہو، عمدہ گذرا ہو مگر اعتبار اُسی حالت کا ہوتا ہے جس پر تیرا خاتمہ ہوا ہو، جس پر تو نے دُنیا سے اپنا بستر لپیٹا ہو، اگر تو گناہ سے ہر گھڑی اور ہر وقت چوکنا رہے گا، قدم قدم پر موت سے کھٹکتا اور ڈرتا رہے گا تو دُنیا سے تیرا کوچ بُری گھڑی کبھی نہ ہوگا بلکہ تیرا خاتمہ بالخیر ہوگا، دُنیا سے سُرخ رُو جائے گا اور آخرت میں بھی سُرخ رو رہے گا اور اگر آج نہیں کل کروں گا، ابھی نہیں پھر کرلوں گا کے چکر میں پھنسا رہے گا تو یاد رکھ جلد عذابِ الٰہی کا نشانہ بنے گا، دوسروں کو اپنے اوپر ہنسائے گا، دُنیا کے معاملات میں سوچ بچار ٹھیک ہے دُنیا کے دھندوں میں تاخیر مناسب ہے لیکن آخرت کی باتوں

میں دیر لگانا اپنے کو موت کی اچانک گولی کا نشانہ بنانا ہے کیونکہ ہم نے نبی اقدس ﷺ کا یہ فرمان سنا ہے ''اَلتُّؤدَةُ فِی کُلِّ شَیئٍ خَیرٌ اِلَّا فِی عَمَلِ الآخِرَةِ (ابو داؤد)'' کہ تاخیر ہر گز مناسب نہیں۔

اور اے غافل انسان ذرا عقل سے کام لے اور یہ سوچ کر اپنی غلطی آپ نکال لے کہ اگر تجھ کو یہ پتہ ہو کہ تجھ پر کل آئے گا تو تجھ کو اختیار ہے کہ آج کے عمل کو تو کل پر ٹال اور آج اور آرام لے لیکن تجھ کو یہ پتہ نہیں کہ کل تو کیا کرے گا، فرمان الٰہی ہے ''وَمَا تَدرِی نَفسٌ مَاذَا تَکسِبُ غَدًا'' کہ کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا عمل کرے گا، تیری موت کی کُنجی خود تیرے ہاتھ میں نہیں کہ کل تک تو اپنے ارادے سے زندہ رہ لے بلکہ تیری زندگی کی بات تیرے پروردگار کے ہاتھ میں ہے، اُسی کے حکم سے تو زندہ ہے، اسی کے حکم سے تو مرتا ہے اور اس کے حکم کا تجھ کو کیا پتہ ہے، تو کیا جانے کس وقت تیری موت کے لئے وہ حکم دیتا ہے، پھر ایک دھوکے کی چیز پر آخرت کی اٹل چیز کا مدار کیوں رکھتا ہے اور یہ موجودہ وقت جو بلاشک تیرے ہاتھ میں ہے اس کو دُنیا کی دھوکے کی زندگی میں کیوں کھپاتا ہے، عقل کو شرماتا ہے، انصاف کا خون کرتا ہے، اگر تو بڑی بڑی کوٹھیوں پر فریفتہ ہے، شاندار محلات کا دلدادہ ہے تو خدارا پتھروں اور اینٹوں میں اپنا دل نہ گنوا، تیرا اصل آرام دُنیا کے بالاخانوں میں نہیں بلکہ خاک کی گود میں ہے، یہ رہائشی ٹھاٹ باٹ تو بہت جلد یہیں چھوڑ جائے گا اور زمین کی تہہ میں پڑا ہوگا تو نہ بالا خانوں میں ہوگا نہ اونچی اونچی کوٹھیوں میں ہوگا بلکہ انہیں بالاخانوں میں رہنے والوں کے قدم تیرے سر پر ہوں گے اور تو ان کے قدموں میں دبا پڑا ہوگا۔ لہٰذا تو عمل خیر سے اسی خاک کی آبیاری کر اور اس کو اپنے لئے جنت کا باغیچہ بنا کر تو اس میں دولھا کی طرح آرام کی نیند سو جا۔

رہائشی آرام پر مٹنے والے انسان ذرا تو اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان

گرامی سُن "عَنْ عَبْدِاللّٰهِ ابن عمرؓ وَقَالَ مَرَّبِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللّٰه علیه وسلم اَنَا وَاُمِّیْ نُطَیِّنُ شَیْئًا وَفَقَالَ مَا هٰذَا یَا عَبْدَ اللّٰهِ قُلْتُ شَیٌٔ نُصْلِحُه قَالَ الْاَمْرُ اَسْرَعُ مِنْ ذٰلِکَ (ترمذی) "حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ ایک روز میں اور میری والدہ مٹی سے مکان کی درستی کر رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ہم پر ہوا اور آپ نے مجھ سے پوچھا اے عبداللہ! یہ کیا کر رہے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ اس مکان کو درست کر رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ موت اس سے بھی جلد آنے والی ہے، یعنی فرمایا کہ مکان گرنے سے پہلے موت کا تم تک پہنچ جانے کا اندیشہ ہے گویا تم کو یہی تو خوف ہے کہ تمہاری موت سے پہلے تمہارا مکان نہ گر جائے لیکن یہ بھی تو کھٹکا ہے کہ مکان گرنے سے پہلے تم مر جاؤ، لہٰذا مکان کی درستی سے پہلے عمل کی درستی کرو اور پہلے آنے والی چیز کی پہلے تیاری کرو، یہ تو کچے مکان کا قصہ ہے اور آج کے انسان کا دل تو کوٹھیوں میں اُلجھا پڑا ہے، مٹی کے ڈھیر کو وہ بھولا بیٹھا ہے تو اس کا اپنی جان پر ظلم تو اور بھی بڑا ہے۔

اے دنیا کے مسافر! اگر تو کھانے پر فدا ہے پیٹ کا بندہ ہے اور یوں آخرت کو بھولا ہے تو یہ سمجھ کہ تو انسانیت سے گر کر جانور سے جا ملا ہے، جانور دُنیا میں کھانے کے لئے آیا ہے اور تو کھانے کے لئے نہیں، عبادت کے لئے آیا ہے، انسان پوری دُنیا کا سردار ہے اور جانور اس کا خادم ہے، اگر بہت کھانا فخر اور برتری کی نشانی ہوتا تو سردار خادم سے زیادہ کھانے کے قابل ہوتا، خادم کو کم ملتا سردار کو زائد ملتا، مگر قدرت کا نظام تو یہ ہے کہ جانور کے پیٹ پانچ سیر اور دس سیر کھانے کا لگایا اور سردار کا ایک پاؤ یا ڈیڑھ پاؤ کھانے کا۔ گویا بتایا کہ اے عقلمند انسان تیری برتری کھانے سے نہیں عبادت سے ہے، تیری سرداری اور عظمت بسیار خوری میں نہیں کم خوری میں ہے۔

تو کم کھائے گا اور بسیار خوروں پر سرداری کرے گا اور اپنے سردار پروردگار

عالم کے سامنے جُھکا رہے گا تو اپنے سردار کو دیکھ کر وہ کھانے سے بالکل ہی بے نیاز ہے اور وہ تیرا بھی سردار ہے۔ لہٰذا تو زیادہ کھا کر اپنے خادموں سے کیوں ملتا ہے، اپنی سرداری پر کیوں حرف لاتا ہے، پھر کھانے کے دلدادہ انسان تو ذرا اپنے فعل کی حقیقت کو تو سمجھ کہ تجھ میں عقل آئے۔ تو دراصل زبان کے چٹخارہ کے ہاتھوں بکا ہے، ایک قطعہ گوشت پر تو نے آخرت کی بھلائی کو قربان کیا ہے، ہونٹوں سے باہر لذیذ ترین چیز اور مٹی برابر ہے، وہ نہ میٹھی اور کڑوی ہے نہ اچھی اور بُری ہے، بس جب تک زبان پر ہے لذّت ہے، جب زبان سے اُتری مٹی ہے، اس لئے ہندی میں مثل مشہور ہے ''اترا گھاٹی ہوا ماٹی''، یعنی کھانا حلق سے اُترا کہ مٹی ہوا۔ پھر یہ زبان کی لذت بھی دنوں اور گھنٹوں کی نہیں منٹ دو منٹ کے مزے کی خاطر لاکھوں برسوں کا آرام و چین ہاتھ سے دیدے اور ہمیشہ کی زندگی پر خاک ڈالدے۔

اگر تجھ کو مال ملا ہے اور دولت کا تو گرویدہ بنا ہے اور یوں تو نے آخرت کو پس پشت ڈالا ہے تو تیری عقل پر صد حیف ہے، تو نے یہ کبھی نہیں سوچا اس طرف تیرا کبھی دھیان نہیں گیا کہ یہ دولت جو تیرے ہاتھ میں آج ہے کتنے انسانوں کے ہاتھوں میں سے یہ گذر چکی ہے، کتنوں کو یہ لے ڈوبی ہے اور آج تیری باری ہے، یہ دولت نہ کسی کی بنتی ہے نہ بنے گی، یہ صرف مالک حقیقی کی ہے، اگر تو اس کے مستقبل کو دیکھے تو تجھ کو اور بھی نصیحت و عبرت ہو، آج تیرے ہاتھ میں جو دولت ہے وہ تیری نہیں تیرے پس ماندگان اور وارثوں کی ہے، آج نہیں تو کل موت سے پہلے نہیں تو موت کے بعد اُن کی ہے۔ پھر دوسرے کے مال و دولت پر تو خوشیاں مناتا ہے، دوسروں کی ملکیت پر شادیانے بجاتا ہے یہ تجھ کو کہاں تک زیبا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا کہنا ہے کہ ایک روز نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے سوال فرمایا ''اَيُّكُمْ مَالُ وَارِثِهٖ اَحَبُّ اِلَيْهِ مِنْ مَالِهٖ (بخاری)''، یعنی تم میں سے کوئی شخص ایسا ہے جس کو اپنے مال سے زیادہ

وارث کا مال عزیز ہو، عرض کیا گیا ہم میں سے کوئی ایسا نہیں جو اپنے مال سے زیادہ وارث کا مال پسند کرتا ہو تو آپ نے فرمایا ''فَاِنَّ مَالَہٗ مَا قَدَّمَ وَمَالَ وَارِثِہٖ مَا اَخَّرَ '' کہ اس کا مال وہ ہے جو اس نے آگے بھیجا اور وارث کا مال وہ ہے جو اس نے اپنے مرنے کے بعد چھوڑا۔

مالداروں اور دولت پرستوں کے لئے کیا زرین نصیحت ہے۔ یہ اپنی دولت کو سینے سے لگائے رکھتے ہیں، جان سے زیادہ عزیز جانتے ہیں اور اس میں سے اللہ کی راہ میں حبہ برابر صرف کرنا پسند نہیں کرتے کیا ان کو پتہ نہیں کہ سانس کا کچھ بھروسہ نہیں ابھی آیا اور ابھی رُکا۔ سانس نکلا اور مال غیروں کا ہوا۔ ابھی اپنا تھا اور ابھی پرایا ہوا، سالوں کی جمع کی ہوئی دولت اشاروں میں قبضہ سے نکلی، دوسروں کے ہاتھوں میں پہنچی تو گویا جو نا سمجھ دولت جوڑ جوڑ کر رکھتا ہے، پیسہ پیسہ پر نظر رکھتا ہے، اپنا بھلا کرتا ہے حقداروں کا حق مارتا ہے، خود مصیبت جھلتا ہے مگر پیسہ پر آنچ نہیں آنے دیتا، وہ در پردہ غیروں کے مال کو پسند کرتا ہے، اس کا مال وہ ہے جو وہ اللہ کی راہ میں صرف کر کے اپنی آخرت کے لئے ذخیرہ بناتا ہے، یہاں کے لئے نہیں وہاں کے لئے جوڑتا ہے۔ دُنیا کو گذرگاہ جان کر آخرت کی منزل کی فکر رکھتا ہے اور وہیں کا سامان اکٹھا کرتا ہے۔ اے مال کے رَسیا ذرا مال کو اور قریب سے دیکھ اور اپنی نگاہ سے نہیں نبی اکرم ﷺ کی نگاہ سے دیکھ، یہ مال جس پر تو اپنا خون گراتا ہے مرتے وقت سب سے پہلے یہی تجھ کو دغا دیتا ہے، اِدھر تیرا دم نکلتا ہے اُدھر تیرا مال تیرے قبضہ سے نکلتا ہے، سُن فرمانِ نبوی ہے ''اَخِلَّاءُ ابن آدم ثَلَاثَۃٌ وَاحِدٌ یَتْبَعُہٗ اِلٰی قَبْضِ رُوْحِہٖ والثانی الٰی قبرہ وَالثَّالِثُ اِلٰی مَحْشَرِہٖ فَالَّذِیْ یَتْبَعُہٗ اِلٰی قَبْضِ رُوحِہٖ فَھُوَ مَالُہٗ وَالَّذِی یَتْبَعُہٗ اِلٰی قَبْرِہٖ فَھُوَ اَھْلُہٗ وَالَّذِی یَتْبَعُہٗ اِلٰی مَحْشَرِہٖ فَھُوَ عَمَلُہٗ. (احمد) '' کہ انسان کے تین دوست ہیں ایک دم نکلنے تک ساتھ رہتا ہے، دوسرا قبر تک ساتھ دیتا ہے، تیسرا

حشر تک ساتھ نہیں چھوڑتا۔ پہلا دوست اس کا مال ہے، دوسرے اس کے گھر والے ہیں، تیسرا دوست اس کا عمل جو حشر تک اس کے گلے کا ہار بنا رہتا ہے یا گردن کا طوق ہوتا ہے۔ بس آخر تک ساتھ رہنے والے کو دوست بنا اور سب سے پہلے چھوڑنے والے کو سب سے پہلے چھوڑ، وہ تجھے بعد میں چھوڑے تو اس کو آج چھوڑ، وہ تجھ سے ٹھہر کر بے رُخی کرے تو آج اس سے بے رُخی برت۔ دیکھ مال میں وہ خطرات ہیں جو تو کسی چیز میں نہیں پائے گا۔

حضرت یحییٰ بن معاذؒ نے فرمایا کہ دو مصیبتیں ایسی ہیں جو اگلوں اور پچھلوں نے کبھی نہیں سُنیں یعنی وہ مصیبتیں جو بندہ پر موت کے وقت گرتی ہیں، پوچھا گیا حضرت وہ کیا کیا، فرمایا ''یُؤْخَذُ مِنْهُ كُلُّهُ وَيُسْئَلُ عَنْهُ كُلُّهُ'' کہ مرتے وقت ادھر تو سب مال چھنتا ہے ادھر سب کا حساب گردن پر آتا ہے، ہاتھ مال سے خالی ہے اور گردن جواب دہی کے بوجھ سے بھاری ہے۔ مال خود گیا مگر حساب سب کا چھوڑ گیا۔

نقل ہے کہ محمد بن کعب قرظی کو بہت کچھ مال ملا مگر اُنہوں نے اس کو راہ خدا میں لٹایا آپ سے کہا گیا کہ کاش اس کو اپنے بعد اپنے بیٹے کے لئے چھوڑتے، فرمایا کہ اس کو تو میں خود اپنے لئے اپنے پروردگار کے پاس ذخیرہ بناتا ہوں اور اپنے پروردگار کو اپنے بیٹے کے لئے کارساز چھوڑ جاتا ہوں۔ سچ ہے مال انسان کا دراصل وہی ہے جو وہ خدا کی راہ میں صرف کر کے آخرت کے لئے بھیجتا ہے اور اپنی عافیت کے لئے ذخیرہ کرتا ہے، باقی سب غیروں کا ہے، ابھی نہیں تو کچھ دن بعد انسان کی حیثیت محض چوکیدار اور رکھوالے کی سی ہے جو دوسرے کے مال کی اپنے مال کے دھوکے میں حفاظت کر رہا ہے۔

دُنیا کے مال کی حقیقت

ایک جگہ حضرت ابو ہریرہؓ کے ذریعہ ارشاد نبوی ملتا ہے جو مالداروں کو خواب غفلت سے جگاتا ہے اُن کی آنکھوں پر سے غفلت کی پٹی کھولتا ہے، فرمان ہے ''یَقُوْلُ

ابْنُ آدم مَالِی وَهَلْ لَکَ یاابنَ آدمَ اِلَّا مَا اَکَلْتَ فَافَنیْتَ اَوْبَسْتَ فَابْلَیْتَ اَوْتَصدَّقْتَ فَاَمْضیْتَ (مسلم) '' کہ آدم کا بیٹا کہتا رہتا ہے کہ یہ میرا مال ہے، یہ میرا مال ہے، حالانکہ اے ابن آدم (انسان) تیرے مال میں سے تجھ کو کچھ نہیں ملتا مگر صرف اتنا جتنا کہ تو نے کھایا اور خراب کیا، پہنا اور پھاڑ ڈالا یا خیرات کیا اور آخرت کے لئے ذخیرہ کیا، بس دُنیا کے مال کی یہی حقیقت ہے کہ یا تو اس کو انسان نے زبان کا چٹخارہ اور پیٹ کا لقمہ بنایا اور پھر غلاظت کی شکل میں اس کو مٹی میں ملا یا یا اس کو تن کی زیبائش و آرائش کا سبب ٹھہرایا اور ایک روز اس کو پُرانا کر کے تن سے جُدا کیا یا پھر اللہ کی راہ میں اس کو لٹایا اور یوں اس کو ذخیرہ آخرت بنا کر آگے چلایا۔ اب یہی آخری مال آخرت تک جاتا ہے اور مالک سے پہلے مالک حقیقی تک پہنچتا ہے، راستہ کو نہیں منزل کو بناتا ہے ایک جگہ اور بھی صاف ارشاد ہے اور اس میں چار مال بتائے ہیں، فرمان گرامیؐ ہے''یَقُولُ العبْد مَالِی مَالی وَاِنَّ مَالہ ثلٰث مَااَکل فَافْنٰی اَوْلَبِسَ فَابْلٰی اَوْ اَعْطٰی فَاقتَی وَمَا سَوِیٰ ذٰلِکَ فَهُوَ ذَاهِبٌ وَتَارِکُهُ لِلنَّاسِ (مسلم) '' کہ بندہ کہتا رہتا ہے کہ یہ میرا مال ہے، یہ میرا مال ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اس کے مال میں سے صرف تین قسم کے مال اس کے ہیں ایک وہ جو اُس نے کھایا اور ختم کیا، دوسرا وہ جو اُس نے پہنا اور پھاڑا، تیسرا وہ جو اُس نے خدا کی راہ میں دیا اور آخرت کے لئے ذخیرہ کیا۔

ان تینوں قسموں کے مالوں کے علاوہ جو کچھ ہے وہ سب یہ لوگوں کے لئے چھوڑ کر جانے والا ہے۔ یہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انسان کے مال کی تین قسمیں بتائیں، چوتھی قسم کو غیروں کا مال بتایا مگر اے انسان تیرا مال بتایا مگر اے انسان تیرا مال درحقیقت وہ بھی نہیں جو کھایا اور پہنا کیونکہ وہ مال جو گھنٹوں اور دنوں میں تیرا ساتھ چھوڑے فنا کے نذر ہو عدم کے سپرد ہو اس کا لطف وقتی اور عارضی ہو یا زبان کا مزا

ہو یا لباس کا دکھاوا ہو وہ دراصل مال نہیں وبال ہے، مال نہیں خواہش کا جال ہے، مال تو وہ ہے جو تو فنا کے لئے نہیں بقا کے لئے جوڑے، وقتی فائدہ نہیں دائمی فائدہ اُس سے اُٹھائے۔

اے دنیا کے مسافر! دیکھ دُنیا سے دُنیا نہیں آخرت بنا تجھ کو دُنیا میں رہنے کے لئے نہیں گذرنے کے لئے بھیجا ہے، تو کھونے کے لئے نہیں بنانے کے لئے آیا ہے اس لئے عقل کا تقاضا ہے کہ تو اس راہ دُنیا سے گذرنے کے بعد کی سوچے اور وہاں کی فکر وہاں نہیں یہیں سے کرے۔ یہاں کی غفلت میں وہاں کی حسرت ہے یہاں کی بیداری میں ابدی سعادت ہے۔ آج جو دُنیا پر فریفتہ ہوا وہ آخرت میں جا کر سخت حیران و سراسیمہ ہوا اور اپنی نجات کی کوئی راہ نہ نکال سکا، اس سے صاف کہہ دیا گیا ”ذٰلِکَ بِمَا قَدَّمَتْ یَدَاکَ وَاَنَّ اللّٰہَ لَیْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ“ یعنی یہ اس کی وجہ ہے جو آگے بھیج چکے ہیں تیرے دونوں ہاتھ اور اس لئے کہ اللہ بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔ بس یہ تیرے کئے کو تک ہیں جو آج تیرے سامنے ہیں، یہ تیرے خود ہاتھوں کے کرتوت ہیں جن کا مزا تو آج چکھ رہا ہے۔ تو دنیا کی راہ گذر میں آج کا دھیان رکھتا، راحت کا سامان مہیا کرتا تو راحت پاتا لیکن تو نے تو سارا راستہ غفلت میں کاٹا تو یہاں آ کر سر پیٹا، دُنیا میں خوب بہکا تو یہاں آ کر اس کا خمیازہ بھگتا۔ اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرتا جو جیسا کرتا ہے اس کو ویسا ہی بدلا دیتا ہے، اچھے کو اچھا بُرے کو برا لیکن تو نے تو اپنے پاؤں میں آپ کلہاڑی ماری اور اپنی قسمت اپنے ہاتھوں پھوڑی۔

اے آخرت کے راہی! اور سُن مال کی تباہ کاری، دُنیا کا مال جس پر تو فدا ہے، جس کے پیچھے تو نے دین گنوایا ہے آخرت کو بگاڑا ہے جانتا ہے وہ کیا کر دکھاتا ہے، اس کے پیچھے جس قدر لگے گا اسی قدر وہ تجھ کو پکڑے گا، تو جتنا مال چاہے جمع کر لے، جس قدر چاہے جوڑ لے تسلی کو ترسے گا تشفی نہ پائے گا، آرزو اور بڑھے گی خواہش

دو چند ہوگی، تو گویا مال کے لئے ہیضہ کے اس مریض کے مانند ہوگا جس کو اگر گھڑے گھڑے پانی کے پلائے جائیں تب بھی ہائے پیاس، ہائے پیاس پکارتا رہے گا یا اُس بیمار کی طرح ہوگا جس کو ''جوع البقر'' ہو کہ اگر غلّہ کے انبار کے انبار اس کے کھلا دیئے جائیں تو بھوک بھوک کی صدائیں لگاتا رہے گا اور تسلی کسی صورت سے نہ پا سکے گا۔

تیرے نبی اقدس ﷺ کا صاف فرمان ہے جو محتاجوں کے لئے بشارت کا کُھلا پیغام ہے ''اِذا احبَّ اللّٰہُ عَبدًا حَماہ الدُنیا کَما یَظلُّ اَحَدُکُم یَحمِی سَقِیمَہٗ المَاءَ (ترمذی)'' کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ سے محبت کرتا ہے تو اس کو دُنیا سے بچاتا ہے جس طرح تم میں سے کوئی اپنے بیمار کو پانی سے بچاتا ہے۔

دوسری جگہ ارشاد عالیٰ ہے ''اِنَّ ھٰذا المَالَ خَضِرَۃٌ حُلوَۃٌ فَمَنْ اَخذَہٗ بِحَقِّہٖ وَوَضَعَہٗ فِیْ حَقِّہ فَنِعْمَ المَعُونَۃِ ھُوَ وَمَنْ اَخذَہٗ بَغیرِ حَقِّہٖ کَانَ کَالَّذِیْ یَاْ کُلُ وَلَا یَشْبَعُ وَیَکُوْنَ شَھِیْدًا عَلَیْہِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ (بخاری)'' یعنی دُنیا کا یہ مال سبز اور خوشگوار ترو تازہ اور لذیذ ہے جو شخص اس کو جائز طریقہ پر حاصل کر لے اور جائز مصارف میں صرف کرے تو یہ مال بہترین مددگار ہے اور جو شخص اس کو ناجائز طریقہ پر حاصل کرے تو یہ مال اس کے حق میں اس شخص کے مانند ہو جاتا ہے جو کھانا کھاتا ہے اور سیر نہیں ہوتا اور یہ مال قیامت کے دن اس کا شاہد ہوگا، گویا مال انسان کے دل میں حرص کا بیج بوتا ہے، صبر کو کھوتا ہے، ہر وقت زیادتی کی فکر میں رکھتا ہے، غرض اسی دھن میں زندگی کو برباد کرتا ہے۔ دُنیا کو بھی تلخ کرتا ہے اور آخرت کو بھی بدمزہ بناتا ہے۔

دُنیا سے لگاؤ

اے آخرت کے راہی! تجھے معلوم ہے کہ تیرے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دُنیا سے اپنا لگاؤ کیسا رکھا، جسم سے دُنیا میں رہے دل آخرت میں رکھا۔ دُنیا سے

کبھی دل نہ لگایا آخرت سے کبھی دل نہ ہٹایا۔

حضرت ابن مسعودؓ کا کہنا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بوریئے پر سو کر اُٹھے تو جسم اطہر پر بوریئے کے نشانات عیاں تھے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اگر آپ ہم کو حکم دیتے تو ہم آپ کے لئے نرم بستر بچھا دیتے اور آرام کا سامان مہیا کرتے۔ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''مَالِی وَلِلدُّنیَا وَمَا اَنَا وَالدُّنیَا اِلَّا کَرَاکِبٍ اِستَظَلَّ تَحتَ شَجرۃٍ ثُمَّ رَاحَ وَتَرَکَھَا (ترمذی) '' کہ مجھ کو دُنیا سے کیا مطلب، میری اور دُنیا کی مثال ایسی ہے جیسے کہ کوئی سوار کسی درخت کے نیچے کھڑا ہو کر سایہ سے فائدہ اُٹھالے اور پھر چل دے اور درخت کو اپنی جگہ چھوڑ جائے۔ بس ہر انسان کو دُنیا سے یہی لگاؤ ہو آخرت سے اس کا پورا رشتہ جُڑا ہو، وہیں کا سامان مہیا ہو، یہاں کا سامان ہو یا نہ ہو، دُنیا یوں بھی ہاتھ سے جائے گی ایک دن قبضہ سے نکلے گی، انسان خود نہیں چھوڑے گا تو اس سے چھڑائی جائے گی، مرضی سے ہاتھ سے نہیں دیگا تو چھینی جائے گی مگر آخرت میں کیسی بنے گی، وہاں کیسی گذرے گی۔ اگر وہاں بگڑ گئی تو پھر نہیں سدھرے گی، اگر سُدھر گئی تو پھر نہیں بگڑے گی۔ لہٰذا آخرت کو یہیں سے بنانا ہے، دُنیا ہی سے آخرت کو سُدھارنا ہے۔

دُنیا کو اُسی درخت کے مانند سمجھنا ہے جس کے نیچے راہ چلنے والا کھڑے کھڑے ستاتا ہے پھر چلتا بنتا ہے، درخت اپنی جگہ کھڑا رہتا ہے۔ سوچ اس دُنیا سے کس کس نے فائدہ اُٹھایا اور سب چل بسے، آج اُن کا نام ونشان نہیں، اُن کا پتہ اور علم نہیں، اسی طرح آج کل کے دُنیا والے بھی اپنی اپنی راہ ختم کر کے آخرت کی جانب اپنی راہ لیں گے اور دُنیا کو یاس وحسرت سے چھوڑتے نظر آئیں گے، اس لئے مناسب ہے کہ دُنیا ہی میں ہر انسان آنکھ کھولے اپنے مستقبل کو روشن کرے آنے والے خطرہ کو اپنے سر پر سے ٹالے، اگر یہاں آنکھ نہ کھولے گا تو مر کر آنکھ کھولنی پڑے

گی جبکہ سارا کیا سامنے آجائے گا، اسی دن کے لئے ارشاد ہے "یَوْمَ یَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ یَدَاهُ" یعنی جس دن کہ دیکھ لے گا آدمی جو آگے بھیجا اس کے ہاتھوں نے، دُنیا میں غفلت کا پردہ اُٹھائے سے اُٹھے گا، آنکھ کھولے سے کُھلے گی مگر مر کر یہ پردۂ غفلت خود بخود اُٹھ جائے گا، آنکھ خود کُھل جائے گی اور دُنیا کا راستہ غفلت سے گذارنے والے کو وہاں یہ کہہ کر شرمندہ کیا جائے گا "لَقَدْ كُنْتَ فِیْ غَفْلَةٍ مِنْ هٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَائَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ" یعنی تو اس سے غفلت میں تھا پس ہم نے تجھ پر سے تیرا پردہ کھول دیا اور آج تیری نظر تیز ہے۔

لہٰذا اے دنیا کے مسافر! غفلت کا پردہ اپنے اوپر سے اُٹھا، آنکھ کھول اپنے ہاتھ سے کچھ آگے بھیج، اگر یہاں سے کچھ بھیجے گا آگے کچھ ملے گا۔ اگر یوں ہی آگے بڑھ جائے گا وہاں دست حسرت ملے گا، ماضی پر چار آنسو گرائے گا مگر کچھ بن نہ آئے گا، ہوشیار وہ ہے جو پہلے سے جاگے، پانی آنے سے پہلے اُس کے پال باندھے، گڑھے میں گرنے سے پہلے سنبھلے، ٹھوکر کھانے سے پہلے ہوش لے۔

دُنیا میں بیدار ہونے کا موقع

اے دُنیا کے مسافر! قدرت نے تجھ کو جگایا، گرنے سے پہلے تھاما، ہدایت و نصیحت کا دروازہ تجھ پر کھولا، قرآن اُتارا، رسول بھیجا، قدم قدم پر تیرے سامنے آخرت کا نقشہ کھینچا تا کہ آخرت کے لئے تو یہیں سے کچھ بنا لے چلے، یہاں رہ کر وہاں ہنسنے کا سامان کرے نہ یہ کہ یہاں ہنس کر وہاں کے رونے کے اسباب جمع کرے، زندوں میں رہ کر مردہ بنا رہے مرنے سے پہلے موت کو یاد کرتا رہے اور دُنیا ہی سے آخرت کی راہ نکالے، برسوں تجھ کو زندہ رکھا، سالوں تجھ کو جلایا، آزادی دی، فراخی بخشی لیکن تو ہمیشہ اُلٹی چال چلا اور ٹال مٹول سے کام لیتا رہا، سُستی اور کاہلی کا پُتلا بنا

رہا، امیر ہوا، دولتمند ہوا تو خوب بہکا بھٹکا۔ شرارت کو حد پر پہنچایا یہاں تک کہ بدی میں شیطان کو بھی شرمایا جب تجھ کو سمجھایا تو کہتا رہا کہ دولت نے مجھ کو ڈبویا، ثروت نے مجھ کو تباہی کے گھاٹ اُتارا، فقیر ومحتاج ہوا دولت سے تہیدست ہوا تو نیکی سے بھی خالی ہو، پرہیزگاری کو بھول کر معاش کی فکر میں لگا روزی کی دھن میں ڈوبا، جب بُری عاقبت سے تجھ کو ڈرایا گیا تو کہنے لگا کہ خواری نے مجھ کو مارا، مفلسی نے مجھ کو تباہ کیا۔ اگر خوشحال ہوتا تو سب کچھ کر دکھاتا، بندگی کا حق ادا کرتا، اگر تندرست ہوا تو شیطان کے ہاتھوں بکا، خواہش کا بندہ بنا، تجھ کو سمجھایا تو کہا کہ اب کرتا ہوں کل کرتا ہوں آخر بیمار پڑا، مرض کا شکار ہوا تو کہنے لگا کہ اب کیا کروں، معذور مجبور ہوں، بیماری سے گھرا ہوں، عذرات میں پھنسا ہوں، الزام سے چھوٹا ہوں۔ جب جوان ہوا شباب میں قدم رکھا، طاقت وقوت کا نمونہ بنا تو شیطان کا پکا دوست ہوا، شرارت کا مجسمہ ہوا، تجھ کو ڈرایا دھمکایا تو کہنے لگا کہ بڑھاپے میں خدا سے معافی مانگ لوں گا، قصوروں کو معاف کرالوں گا۔ جب بڑھاپا آیا تو معذوروں کا معذور بنا اپنے کو ہر ذمہ داری سے آزاد جانا۔ دماغ تھکا جسم گھٹا غرض از کار رفتہ ہوا۔ غرض اسی طرح نیکی سے بچتا بچاتا اور حیلے حوالے کرتا رہا، آخرت یہ کہ پیغام اجل آیا، خالق کی طرف سے بلاوا آیا اور دُنیا مسافر نے دُنیا سے اپنا بستر لپیٹا۔

لہٰذا اے آخرت کے راہی! حیلوں سے بھری یہ تیری زندگی بہانوں سے پُر یہ تیری حیات آخرت میں یہ خود تیرے خلاف بولے گی اور تیرے عذرات کی جڑ کاٹے گی۔ اگر تو پچھتائے گا ماضی کو یاد کرے گا کہ ہائے دُنیا میں پھر جاتا وہاں سے اسباب راحت لاتا تو قدرت سے یہ دندان شکن جواب تو سُنے گا "اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَا يَتَذَكَّرُ فِيهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَاءَكُمُ النَّذِيرُ فَذُوقُوا فَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ نَصِيرٍ" یعنی کیا ہم نے تم کو اس قدر عمر نہیں دی تھی جس میں نصیحت پکڑنے والا نصیحت پکڑتا اور

تمہارے پاس ڈرانے والا بھی آیا، پس چکھو (اپنا کیا) نہیں ہے ظالموں کے لئے کوئی مدد کرنے والا۔

اے دُنیا کے غافل! سچ ہے خالق نے تیرے ساتھ سب کچھ کیا مگر تو نے کچھ نہ کیا۔ نصیحت پانے کے لئے لمبی مدت دی پوری مہلت دی۔ رسول بھیجا ہدایت کے سر چشمہ دین سے تجھے واقف کیا کہ تو کسی صورت سے راہ دُنیا سے کچھ لے کر آخرت کی طرف قدم بڑھائے اور یوں ہی خالی ہاتھ نہ چلا جائے، دُنیا کو قیمتی بنا جائے رائگاں نہ کھو جائے۔ مگر تو نے تو آنکھوں پر ایسی پٹی باندھی کہ بس آخرت ہی میں جا کر کھولی۔ ایسا سویا کہ مر کر ہی کروٹ بدلی، جب کروٹ بدلی آنکھ کھولی تو عالم بدل چکا تھا کیا سے کیا ہو گیا تھا، عمل کا دروازہ بند ہو چکا تھا، حساب اور جزا سزا کا میدان سامنے آ چکا تھا۔

دوسری جگہ ارشاد باری ہے ''وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِآيَاتِ رَبِّهٖ فَاَعْرَضَ عَنْهَا وَنَسِيَ مَا قَدَّمَتْ يَدَاهُ '' کہ اور اس سے زیادہ ظالم کون جس کو سمجھایا اس کے رب کے کلام سے پھر اُس نے مُنہ پھیر لیا اس کی طرف سے اور بھول گیا جو کچھ آگے بھیج چکے اس کے ہاتھ۔

گویا بھول کر بھی نہیں سوچا کہ وہ اس راہ دُنیا سے اپنی منزل آخرت کے لئے کیا کچھ روانہ کر رہا ہے۔ وہ دُنیا سے دل لگا بیٹھا، آخرت کو بالکل بُھلا بیٹھا، دُنیا کو راہ نہ جانا ابدی گھر جانا، دُنیا بنانے میں جان کھپائی، آخرت بنانے سے جان چُرائی، یہاں کے آرام کو مقصد سمجھا وہاں کے آرام کو پس پشت ڈالا۔ گویا اپنے ہاتھ سے اپنی تباہی کا گڑھا کھودا، اپنے خالق کو ناراض کیا اور چلتے راستہ عذاب مول لیا، جیسا کہ فرمایا ''لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ اَنْ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَفِي الْعَذَابِ هُمْ خٰلِدُوْنَ '' کہ کیا ہی بُرا سامان بھیجا اُنہوں نے اپنے واسطے وہ کہ یہ اللہ کا غضب ہے اُن پر اور وہ ہمیشہ عذاب میں رہنے والے ہیں۔

ان کے لئے تو زیبا تھا کہ دُنیا کو اپنی ترقی کا زینہ جانتے، آخرت کی راحت و آسائش کا اس کو پہلا قدم سمجھتے اور اپنی ان تھک کوششوں سے آخرت یہیں سے سنوارتے، وہاں کی مسرتوں کی بنیاد دُنیا ہی میں رکھتے، خود بھی خوش رہتے اپنے خالق کو بھی خوش رکھتے اور عذاب الٰہی سے دامن بچا لیتے، مگر ان کو تو سب سے بڑا دھوکا لگا کہ انہوں نے دُنیا کو آخرت کے رنگ میں دیکھا یعنی بجائے آخرت کے دُنیا بنانے میں لگ گئے اور اسی کو قدیم و دائم سمجھ بیٹھے، دُنیا کی طرف منہ کیا اور آخرت کو پشت دی۔ دُنیا ان کی نظر پر چڑھی اور آخرت اُن کی نظر سے گری۔ خواہش کے بندے ہوئے خدا کی بندگی سے نکلے۔ فانی پر مٹے باقی سے بھٹکے۔ زندگی کے چند دنوں کی فکر کی آخرت کے بے گنتی سالوں سے غفلت برتی۔ آخر جب جان بدن سے نکلی آنکھ کھلی عقل آئی چونکے کہ یہ کیا ہوا کیا کیا؟ کہاں سے آئے، کیا لائے، کھو آئے یا کما لائے، سب چھوڑ آئے یا کچھ ساتھ لائے۔ غرض انہیں سوالات میں ان کی عقل چرخ ہو گی اور کامیابی کی کوئی ترکیب بن نہ سکے گی۔

اسی سراسیمگی و پریشانی میں یہ کہہ کر اُن کو نادم و شرمندہ کیا جائے گا اور اُن کے کئے کرتوتوں پر رونے کا اُن کو موقع دیا جائے گا ''ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ'' کہ چکھو عذاب جلتی آگ کی شکل میں جو عذاب تم اپنے لئے دیکھ رہے ہو یہ تمہارے ہی کرتوتوں کا نتیجہ ہے اور اُن اعمال کی پاداش ہے جو تمہارے اعضائے بدنی نے دُنیا میں انجام دیئے، گویا یہ عذاب ہمارا دیا ہوا نہیں تمہارا بلایا ہوا ہے۔ تمہارے اعمال آگ کی صورت میں تم پر مسلط ہیں اور تمہاری تاریک ماضی پر تم کو رُلا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ظلم نہیں کیا کرتا اور بلا وجہ ان کو مصیبت میں نہیں ڈالتا۔

لہٰذا اے دنیا کے مسافر اور آخرت کے راہی! ذرا سوچ اور عقل سے کام لے تو دُنیا میں اس لئے نہیں آیا کہ یہاں آ کر یہیں کی بنائے اور دنیا کی اس راہ گذر پر بستر بچھا کر سو رہے، یہ سونے کی جگہ نہیں چلنے کی راہ ہے، یہ ٹھہرنے کا مقام نہیں گذر جانے کا راستہ ہے، جس طرح بے شمار انسان آئے اور گذر گئے تو بھی ایک روز اپنا راستہ طے کر کے گذر جائے گا، پھر ہنسے گا یا روئے گا، اپنے کئے پر خوش ہوگا یا پچھتائے گا، دوزخ کا لقمہ بنے گا یا جنت کا دولھا ہوگا، وہاں کچھ نہیں کرے گا جو کچھ کرے گا یہیں کرے گا، وہاں صرف کئے کا بدلا پائے گا، اپنے عمل کے نتیجہ کو آنکھوں سے دیکھے گا۔ بس خدارا دُنیا کا ایک لمحہ رائگاں نہ کھو، دُنیا کے ایک ایک پل میں تیری راحت مضمر ہے یا کُلفت۔ اس کی ایک ایک گھڑی تیری عاقبت کے بگاڑ کا پتہ دیتی ہے یا اس کے سُدھار کا۔ آخرت میں گو انسان مرنے کے بعد قدم رکھتا ہے مگر اس کے رنگ ڈھنگ اور اچھے بُرے کا یہیں دُنیا سے پتہ چلتا ہے۔

یاد رکھ! دُنیا اور دُنیا کی ہر چیز کو فنا ہے مگر یہاں کے عمل کے اچھے بُرے نتیجہ کو بقا ہے جو آخرت میں ہر ایک کے سامنے ہوگا۔ مثال کے طور پر دُنیا کا مال جو ہاتھ کا میل ہے آتا ہے اور جاتا ہے اگر اس کو آخرت کا سامان بنائیں وہاں کے لئے ذخیرہ کریں تو اس کے صلہ میں جو اجر و ثواب ملے گا اس کو بقا ہے، اس لئے عقل کا تقاضا ہے کہ دُنیا کی ہر فانی شے کو انسان آخرت کے پہلو سے دیکھے۔ عاقبت کے نظریہ سے جانچے پرکھے اور بغور دیکھے کہ یہ اس کے حق میں ضرر رساں ہے یا نفع رساں، آخرت اس سے بنتی ہے یا بگڑتی ہے۔

آخرت کے سنگین وسخت سوال پر انسان کی لاجوابی

اے مال کے فدائی، زر کے شیدائی، دُنیا کے عاقل، آخرت سے غافل کیا تجھے پتہ ہے کہ نبی مقدس ﷺ کا تیرے بارے میں کیا فرمان ہے۔ حضرت انسؓ سے آنجناب ﷺ کا ارشاد یوں منقول ہے ''یُجَاءُ بِابْنِ آدَمَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ کَاَنَّه بَذَجٌ فَیُوقَفُ بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ فَیَقُوْلُ لَهُ اَعْطَیْتُکَ وَخَوَّلْتُکَ وَاَنْعَمْتُ عَلَیْکَ فَمَا صَنَعْتَ فَیَقُوْلُ رَبِّ جَمَعْتُه وَثَمَّرْتُه وَتَرَکْتُهُ اَکْثَرَ مَاکَانَ فَارْجِعْنِی اٰتِکَ بِهٖ کُلِّه فَیَقُوْلُ لَهُ اَرِنِی مَاقَدَّمْتَ فَیَقُوْلُ رَبِّ جَمَعْتُهٗ وَثَمَّرْتُهٗ وَتَرَکْتُهٗ اَکْثَرَ مَاکَانَ فَارْجِعْنِی اٰتِکَ بِهٖ کُلِّه فَاِذَا عَبْدٌ لَمْ یُقَدِّمْ خَیْرًا فَیُمْضٰی بِهٖ اِلَی النَّارِ (ترمذی) '' کہ آدم کا بیٹا قیامت کے دن اس طرح لایا جائے گا گویا کہ وہ بکری کا بچہ ہے پھر اس کو خدا کے روبرو کھڑا کیا جائے گا خداوند تعالیٰ اس سے فرمائے گا میں نے تجھ کو ہر چیز بخشی، انعامات کی تجھ پر بارش کی بتا تو نے اس کے صلہ میں کیا کیا؟ وہ کہے گا میں نے مال کو جمع کیا اس کو بڑھایا اور زیادہ کر کے چھوڑ آیا۔ تو دُنیا میں مجھ کو پھر بھیج دے کہ میں اپنے سارے مال کو تیرے پاس لے آؤں۔ پھر خداوند تعالیٰ پوچھے گا کہ جو مال تو نے آگے بھیج دیا ہے وہ مجھ کو دکھلا۔ وہ جواب میں کہے گا اے پروردگار میں نے مال کو جمع کیا بڑھایا اور زیادہ کر کے چھوڑ آیا تو مجھ کو دُنیا میں بھیج دے کہ میں اپنے سارے مال کو تیرے پاس لے آؤں۔ آخر وہ ایک ایسا بندہ ثابت ہوگا جس نے دُنیا میں کچھ نہ کیا ہوگا اور آخرت کے لئے کچھ نہ بھیجا ہوگا، لہٰذا اس کو دوزخ کی طرف لے جایا جائے گا۔

پس اے دولت کے پجاری آخرت کے بھکاری تو نے سُنی اپنی آنے والی کہانی۔ اگر تو نے دولت کے نشہ میں غفلت سے زندگی گذاری مال جمع کیا دھندوں

میں لگایا اور یوں اُس کو بڑھایا یا خزانوں کو پُر کیا مگر آخرت کو نہ بنایا، خود کو خوش کیا مگر خالق کو خوش نہ کیا تو یوں سمجھ کہ تو نے اپنی آخرت کی بربادی کا سامان کیا اور دوزخ کا ایندھن بنا۔ دُنیا میں دولت نے تجھ میں تکبر وغرور کی روح پھونکی کیونکہ تو نے اپنی بڑائی کی بنیاد اس فانی دولت پر رکھی۔ تو نے خود کو آسمان کا تارا جانا اور سب کو خود سے پست اور حقیر سمجھا۔ مگر تو آخرت میں پہنچ کر خود بکری کے بچہ کی طرح حقارت وذلت سے مجرمانہ حیثیت سے اپنے خالق کی عدالت میں پیش ہوگا اور حساب فہمی میں تیری جان پر بنی ہوگی۔ حساب ہزاروں کا سر پر ہوگا اور کام تو نے ایک پیسہ کا نہ کیا ہوگا۔ خزانے تیرے پیسہ سے بھرے ہوں گے اور تیرا اعمال نامہ گناہوں سے پُر ہوگا۔ سوال کے وقت تو اپنی دولت کی فراوانی بتاتا ہوگا اور تیرا خالق تیری آخرت کی درستی کے بارے میں پوچھتا ہوگا۔ آخرت نیک اعمال سے تہی دست ثابت ہوکر تو دوزخ کا لقمہ بنے گا اور خود تیرا پیسہ تیرے لئے عذاب جان ہوگا۔

دُنیا دُنیا ہی میں ساتھ چھوڑے گی

اے دُنیا کے راہگیر! کیا تجھے پتہ ہے کہ جب تو دُنیا سے کوچ کرے گا حسرت سے اس زندگی کو خیر باد کہے گا اور چار بھائیوں کے کندھوں پر سوار ہوگا تو تیرے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ یاد رکھ تو دُنیا میں جس طرح خالی اور تنہا آیا تھا اسی طرح یہاں سے آخرت کی طرف قدم اُٹھائے گا، نہ مال واسباب تیرے ساتھ جائے گا نہ اپنے اور پرائے تیرا ساتھ دیں گے۔ بس وہی کام تیرا رفیق ہوگا جو تو نے آخرت کی درستی کے لئے کیا ہوگا۔ تیرے نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے "یَتْبَعُ الْمیتَ ثَلٰثَةٌ فَیَرْجِعُ اِثْنَانَ وَیَبْقٰی مَعَهٗ وَاحِدٌ یَتْبَعُهٗ اَهْلُهٗ وَمَالُهٗ وَعَمَلُهٗ فَیَرْجِعُ اَهْلُهٗ وَمَا لَهٗ وَیَبْقٰی عَمَلُهٗ (بخاری ومسلم)" کہ میّت کے ساتھ تین چیزیں جاتی ہیں دو واپس آجاتی

ہیں اور ایک میت ہی کے ساتھ رہ جاتی ہے، اس کے گھر کے لوگ اس کا مال اور اس کا عمل ساتھ چلتے ہیں لیکن گھر کے لوگ اور مال تو واپس آ جاتے ہیں اور اس کا عمل اس کے ساتھ ہی رہ جاتا ہے، وہ واپس نہیں آتا۔

لہٰذا اے دُنیا کے راہ رو! ذرا اس وقت کا دھیان کر جبکہ تو دُنیا سے سدھارے گا۔ سب ٹھاٹھ باٹ کو یہیں چھوڑے گا اور بے کسی اور بے بسی کی حالت میں دُنیا سے اپنا رُخ پھیر کر آخرت کی طرف منہ موڑے گا، اگر اس وقت تیرے ساتھ سامان آخرت ہوگا تو تو غنیوں کا غنی ہوگا، بے نیاز و بے پروا ہوگا، اپنے کئے کو اپنے سامنے پائے گا، خوشی کے مارے باغ باغ ہوگا۔ اگر تو سامان آخرت سے تہی دست ہوگا تو تو فقیروں کا فقیر ہوگا محتاجوں کا محتاج ہوگا، تیرے بُرے اعمال تیرے سامنے ہوں گے، تو لرزتا اور کانپتا ہوگا کیونکہ مرتے ہی حقیقت کھل جائے گی، نیکی ہو یا بدی سب سامنے آ جائے گی۔ ایسی ہولناکی ہوگی کہ انسان گھبرا کر کہے گا ''اَیْنَ الْمَفَر'' بھاگ کر کہاں چلا جاؤں؟ جواب ملے گا ''کَلَّا لَا وَزَرَ اِلٰی رَبِّکَ یَوْمَئِذِ نِ الْمُسْتَقَرُّ'' کوئی نہیں کہیں نہیں ہے بچاؤ تیرے رب تک ہے اس دن جا ٹھہرنا۔ ''یُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ یَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ'' کہ خبر دیتا جائے گا اُس دن آدمی ساتھ اُس چیز کے جو آگے بھیجا اور پیچھے چھوڑا۔

غرض اس کا سارا کچا چٹھا اس کو سُنا دیا جائے گا۔ دُنیا میں اس کا ایک ایک قدم ضبط تحریر ہوگا، اس کا ایک ایک فعل لکھا جا چکا ہوگا، فرمان ہے ''اِنَّا نَحْنُ نُحْیِ الْمَوْتٰی وَنَکْتُبُ مَا قَدَّمُوْا'' کہ ہم زندہ کریں گے مردوں کو اور لکھا ہے ہم نے جو آگے بھیجا ہے انہوں نے۔

اے دُنیا کے مسافر! ذرا سوچ قدرت کی طرف سے تیری جانچ کیسی کڑی ہے کہ تیری ایک ایک بات لکھی پڑی ہے مگر تیری غفلت کیسی بڑی ہے کہ تجھ کو ہر وقت دُنیا

ہی کی پڑی ہے، لمحہ بہ لمحہ تیری زندگی گھٹ رہی ہے، موت تجھ سے قریب آرہی ہے مگر افسوس کہ تیری اُمید ہر روز تازہ ہو رہی ہے، تو نے سینکڑوں کو دیکھا ہوگا، ہزاروں کو سُنا ہوگا، اچھے بھلے ہیں یا چلتے پھرتے ہیں ابھی گرے اور ابھی سانس نے جواب دیا، زندگی نے ساتھ چھوڑا۔ ابھی زندوں میں تھے ابھی مردوں میں شمار ہوا، کیا یہ واقعات تجھ کو نہیں لرزاتے؟ کیا پتہ جس روز تو برسوں کے منصوبے باندھ رہا ہو اس روز تیری موت کا حکم قاضی اجل سے صادر ہو چکا ہو، کیا علم جس دن تو اپنے لئے کپڑوں کے جوڑے سلوا رہا ہو اُسی دن تیرے لئے کفن پہننا مقدر ہو چکا ہو، کیا پتہ جس روز تو اپنا پختہ مکان بنوا رہا ہو اُسی روز تیری قبر کھودے جانے کا فیصلہ ہو چکا ہو۔ لہٰذا اے غافل انسان! تو ایسے اچانک خطرات میں گھرا ہے اور پھر بھی بے دھڑک چل رہا ہے یہ کیا غضب کر رہا ہے؟ دیکھ سنبھل آگے کی سوچ وہاں کی بنا یہاں کی چھوڑ۔ تیرا قدم اس عالم کی طرف اُٹھ رہا ہے جس کی ترجمانی اللہ تعالیٰ نے ''یوم الحسرۃ'' سے کی ہے کہ اُس دن حسرت وندامت ہے، پچھتاوا اور افسوس ہے، بدتو بد نیک بھی حسرت و ندامت سے بَری نہیں ہے۔

اے آخرت کے راہی! تیرے نبی اقدس ﷺ کا فرمان گرامی ہے ''مَا مِنْ اَحَدٍ یَمُوْتُ اِلَّا نَدِمَ قَالُوْا وَمَا نَدَامَتُہٗ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ اِنْ کَانَ مُحْسِنًا نَدِمَ اَنْ لَا یَکُوْنَ اِزْدَادَ وَاِنْ کَانَ مُسِیًا نَدِمَ اَنْ لَا یَکُوْنَ نَزَعَ. (ترمذی)'' کہ کوئی مرنے والا ایسا نہیں جو مر کر نہ پچھتاتا ہو۔ آپؐ سے پوچھا گیا یارسول اللہ وہ ندامت کیسی جو سب کو ہو؟ فرمایا اگر نیک بخت ہے تو اس کو اس پر ندامت ہوتی ہے کہ نیکی میں زیادتی کیوں نہیں کی، اگر بد ہے تو اس پر پچھتاتا ہے کہ وہ بُرائی سے کیوں نہیں باز آیا۔ ایسے دن کی ہولناکی کا کیا ٹھکانا ہے کہ اس میں نیکوکار بھی پشیمان ہے اور بدکار بھی۔ بدتو سراپا ندامت وحسرت ہے مگر نیک بھی نیکی کی کمی پر افسوس کناں ہے، کہتا ہے کہ ہائے نیکی اور کما لاتا آخرت کو اور بنا لاتا۔

دُنیا کس کے لئے ہے

غور کر اے دُنیا کے راہ رو! کس قدر غافل ہے تو اگر اس فانی دُنیا کو تو گھر جانتا ہے اور یہیں رہ بسنے کے سامان کرتا ہے اور اصل گھر آخرت کو بُھلا دیتا ہے۔ دُنیا کے ایک ایک پیسہ کو دانت سے پکڑتا ہے جان سے زیادہ عزیز جانتا ہے اور ہر دم زیادتی کی فکر میں رہتا ہے، کیا تو یہ سوچنے کا روادار نہیں کہ موت کا کوئی وقت نہیں، جب تک تو زندہ ہے مال کا مالک ہے جب دم نکلا وقت آخر ہوا مال غیروں کا ہوا، تیری حیثیت ایک خادم سے زیادہ نہیں کہ تو وارثوں کے لئے جوڑ جوڑ کر مر گیا اور پچھلوں کی خدمت کر گیا کہ ان کو محنت و مشقت سے بے نیاز بنایا گیا اور مُفت کا لقمہ اُن کے مُنہ میں دے گیا۔

حضور اکرم ﷺ کا صاف فرمان ہے ’’اَلدُّنیا دارُ مَنْ لَا دَارَ لَهُ وَمَالُ مَنْ لَا مَالَ لَهُ وَلَهَا يَجْمَعُ مَنْ لَا عَقْلَ لَهُ. (احمد)‘‘ کہ دُنیا اس شخص کا گھر ہے جس کا آخرت میں گھر نہیں اور مال اس شخص کا ہے جس کا آخرت میں مال نہیں اور مال وہی جمع کرتا ہے جس میں عقل نہیں۔ یہ دراصل دُنیا اور آخرت کی صحیح تعریف اور حقیقی شناخت ہے، واقعی جس کو آخرت کی فکر ہو وہاں کی بھلائی پر نظر ہو اور آخرت کو اصل قرارگاہ اور دُنیا کو محض گذرگاہ جانتا ہو وہ دُنیا سے دل نہیں لگاتا آخرت سے دل نہیں ہٹاتا، دُنیا کو بھولتا ہے آخرت کو کبھی نہیں بھلاتا، دُنیا کو ہاتھ سے دیتا ہے آخرت کو ہاتھ سے کبھی نہیں جانے دیتا اور جو دُنیا کو اپنی آخری منزل جانتا ہے وہ یہیں ڈیرے ڈال دیتا ہے، ہمیشہ بسنے کے سامان کرتا ہے، گویا دُنیا میں پاؤں پھسار دیتا ہے۔

اسی طرح دُنیا کے مال کو وہ شخص اپنا مال جانتا ہے جس کا آخرت میں کوئی مال

نہیں، یہ دُنیا کا مال دُنیا ہی میں رکھتا ہے اس کو آخرت کی طرف نہیں بھیجتا، یہیں کام میں لا کر فنا کے نذر کرتا ہے اور آخرت کی طرف خالی ہاتھ کوچ کرتا ہے۔ دُنیا میں امیری اور آخرت میں فقیری پسند کرتا ہے۔ یہ عقل کا دشمن ہے انصاف کا خون کرتا ہے کہ چھوڑنے کی چیز کو پسند کرتا ہے اور پکڑنے کی چیز کو چھوڑتا ہے، دُنیا کو کوئی چھوڑے یا نہ چھوڑے آخر چھوٹے گی۔ آخرت کو کوئی پسند کرے یا نہ کرے وہ آخر سر پر آئے گی، اس لئے اے دُنیا کے مسافر دُنیا سے دھوکا نہ کھا۔ آخرت سے نہ بھٹک، راہ کی فکر نہ کر، منزل کی فکر کر، دُنیا گذر جانے کے لئے ہے آخرت گذرنے کے لئے نہیں بلکہ رہ جانے کے لئے ہے، اس لئے وہیں کے سامان میں لگ اور وہاں جا کر ہمیشہ موج اُڑا، امن چین کی بانسری بجا، اللہ بقا کو فنا کے بھینٹ نہ چڑھا۔ انمول چیز کو کوڑیوں کے مول نہ دے، یاد رکھ اگر تو ہماری اس نصیحت کو پلّو میں باندھ لے گا تو ناکامی کا منہ کبھی نہ دیکھے گا، یاس و حسرت سے کبھی دوچار نہ ہوگا اور ہم کو ہمیشہ دُعا دے گا۔

فکر آخرت

آخرت کی فکر کرنی ہے ضرور　　جیسی کرنی ویسی بھرنی ہے ضرور
عمر یہ اک دن گذرنی ہے ضرور　　قبر میں میت اترنی ہے ضرور

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''کشکول مجذوب'' سے ماخوذ۔

دُنیا اور دین کی فکر کی ایک ہی راہ

اے دُنیا کے طلبگار آخرت سے بیزار، دُنیا کو دُنیا ہی کی نظر سے دیکھنے والے آخرت کو دُنیا سے جدا سمجھنے والے ہم تجھ کو دُنیا ہی میں دین دکھائیں اور خود دُنیا کی زبانی تجھ کو آخرت کی کہانی سنائیں۔ دُنیا کی ہر بات تجھ کو پیاری لگتی ہے اور دین کی ہر بات تجھ کو کھٹکتی ہے، کیا تو یہ نہیں سمجھتا کہ دُنیا خود تجھ کو دین سکھاتی ہے مگر رنگ اس کو دوسرا دیتی ہے اور ایک عجیب ڈھنگ سے تجھ کو پٹی پڑھاتی ہے، اگر آج تو جوان ہے، ہٹا کٹا پہلوان ہے، دُنیا میں لگا ہے آخرت کو پیچھے ڈالا ہے اور دین کو بھلایا ہے مگر اب بھی تو کسی قدر دور اندیش ہے، کل کی آج فکر کرتا ہے وہ دن گویا تیرے سامنے ہے جبکہ تو جوانی کھو بیٹھے گا، بڑھاپے کی منزل پہ کھڑا ہوگا، کمانے سے تو عاجز ہوگا اور خود اپنا بوجھ تجھ پر بھاری ہوگا۔ اس مجبوری کے عالم کو تو ابھی سے دماغ میں لاتا ہے اور جوانی میں ہی بڑھاپے کے آرام کی بنیاد ڈالتا ہے، اس طرح کہ اپنی جوانی کی کمائی سے کچھ پس انداز کرتا ہے اور اپنی آمدنی سے کچھ ضرور بچاتا ہے، تو یہ تیری کنجوسی نہیں دور اندیشی ہے، یہ تیری ناسمجھی نہیں ہوشیاری ہے، تو سوچتا ہے کہ بوڑھا ہونگا تو کہاں سے کھاؤں گا، ہاتھ پیر جواب دیں گے تو کیسے کماؤں گا، اب جو جوان جتنا کمائے اتنا ہی کھائے آگے کے لئے کچھ نہ بچائے اور اپنی بیوقوفی سے یہ سمجھ بیٹھے کہ ہمیشہ ایسا ہی بنا رہونگا تو تو خود اس کو ناسمجھ جانتا ہے اور ہوشیاری کا سبق اس کو دیتا ہے کہ ارے کیا کرتا ہے اپنا بڑھاپا آپ خراب کرتا ہے، یہ تیری جوانی سدا نہیں رہے گی، یہ طاقت ہمیشہ نہیں بنی رہے گی اس لئے تو میری طرح کم کھا کچھ بچا، جوانی کی طاقت سے بڑھاپے کو سُدھار۔

بے شک اے دُنیا والے دُنیا کو دُنیا کی حد تک سوچنے والے تو اس ناعاقبت

اندیش جوان کے مقابلہ میں تو کسی قدر سمجھدار ہے لیکن اصل سمجھ سے بھی کوسوں دور ہے وہ تو ہے ہی آنکھوں کا اندھا کہ اس کو دو دن بعد کی بھی نہیں سوجھتی مگر تیری نظر کونسی تیز ہے اصل حقیقت سے تو بھی دور ہے۔ بڑھاپے کو تو آخری منزل سمجھ بیٹھا ہے اور اس سے آخر کی منزل تجھ سے بھی اوجھل ہے، اس کی مثال بالکل ایسی ہے کہ تین مختلف النظر اشخاص دور سے ایک درخت دیکھتے ہیں ایک کہتا ہے کہ کچھ کالا کالا ڈھیر ہے، کیا پتہ کوئی جانور ہے یا پیڑ ہے۔ دوسرا کہتا ہے نہیں یہ تو پیڑ ہے مگر کیا پتہ کس قسم کا ہے۔ تیسرا کہتا ہے ک ہے ہیں! آپ دونوں کوتاہ نظر ہیں یہ تو آم کا پیڑ ہے۔ بس حقیقت تک تیسرا پہنچا اور وہی دراصل صحیح النظر ہے۔ دوسرا اول سے اگرچہ تیز نظر ہے مگر اصل حقیقت سے وہ بھی بے خبر ہے۔ اب وہ دیندار جو دُنیا میں رہ کر قدم قدم پر آخرت کو دیکھتا ہے اور وہیں کی درستی کو سب سے مقدم جانتا ہے تو وہ تیسرے شخص کی طرح صحیح النظر تیز نگاہ ہے اور حقیقت سے باخبر ہے اور وہ اُس اندھے دھندے پر ہنستا ہے جو یہاں رہ کر یہیں کی فکر کرتا ہے اور مرنے سے پہلے کی ہر چیز پر مرتا ہے، جب حشر کا میدان سامنے ہوگا اور یہی کوتاہ نگاہ پروردگار کے روبرو ہوگا تو اس کے کان میں یہ الفاظ گونجتے ہوں گے ''لَقَدْ كُنْتَ فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَائَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ'' تو اس سے غفلت میں تھا پس ہم نے تجھ پر سے تیرا پردہ اُٹھا دیا تو آج تیری نگاہ بڑی تیز ہے یعنی دُنیا میں تو اندھا بنا رہا، دُنیا میں رہ کر دُنیا ہی کی سوچتا رہا، بس تیری حقیقت ایک کنوئیں کے مینڈک سے کچھ کم نہ تھی جو صرف کنوئیں کو اپنی دُنیا جانتا ہے اور جب وہاں سے نکلتا ہے تو اپنی ناسمجھی پر خود روتا ہے۔ دُنیا میں دین سے آنکھیں نہ کھل سکیں تو آخر موت نے آنکھیں کھولیں آنکھیں نہ کھولیں بلکہ تیری قلعی کھولی۔

لہٰذا اے راہ دُنیا پر چلنے والے منزل آخرت کی طرف بڑھنے والے دیکھ دُنیا

بھی تجھے آگے کی بجھاتی ہے، مستقبل دکھاتی ہے مگر آخری منزل پر پردہ ڈال کر تجھ کو اپنا بنالیتی ہے، گویا بیچ میں تجھ کو دغا دیتی ہے مگر دین تجھ کو آخری منزل تک پہنچاتا ہے اور تقاضا کرتا ہے کہ اے دُنیا والے دُنیا کی فکر آخرت پر لگا، دُنیا سے دھوکا نہ کھا، منزل کو بدل تیاری کا رُخ پھیر، بڑھاپے کی فکر چاہے چھوڑ مگر آخرت کی فکر ضرور کر، دیکھ رزق کی فکر اللہ نے اپنے ذمہ لی ہے اور آخرت کی فکر تیرے ذمہ لگائی ہے، اس کا کھلا فرمان واجب للاذعان ہے "وَأْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا نَسْئَلُكَ رِزْقًا. نَحْنُ نَرْزُقُكَ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى" کہ آپ گھر والوں کو نماز کا حکم دیجئے اور آپ بھی اس پر پابند رہیئے ہم آپ سے (اور اسی طرح دوسروں سے) روزی کمانے کا تقاضا نہیں کرتے روزی تو ہم آپ کو دیں گے اور اچھا نتیجہ تو پرہیز گاری کا ہے۔ پھر یہ کیا بیوقوفی کرتا ہے کہ اللہ کی فکر خود اپنے ذمہ لیتا ہے اور اپنی فکر اللہ کے ذمہ چھوڑتا ہے، یہ تیری صاف نا سمجھی اور افسوسناک عاجزی کی نشانی ہے کیا تو نے اپنے نبی مقدس کا فرمان نہیں سُنا "اَلْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهٗ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ وَالْعَاجِزُ مَنْ اَتْبَعَ نَفْسَ هَوَاهُ مَا تَمَنّٰى عَلَى اللّٰهِ (ترمذی)" یعنی عقلمند اور ہوشیار وہ ہے جو اپنے نفس پر قابو پا کر اس سے مرنے کے بعد کے لئے کام لے لے اور عقل سے عاجز اور محروم وہ ہے جو اپنے نفس کو اپنی خواہش کے پیچھے لگا دے اور موت کے بعد کے لئے اللہ سے لمبی چوڑی اُمیدیں لگا کر بیٹھ رہے، گویا دنیا میں رہ کر محض بڑھاپے کی فکر نہ رکھنا بلکہ آخرت کی بھی فکر کرنا عقلمندی کی نشانی ہے اور دُنیا میں رہ کر محض بڑھاپے کی فکر کرنا اور آخرت کے معاملہ کو اللہ پر چھوڑنا سراسر بیوقوفی اور پست ہمتی کی دلیل ہے۔ ذرا ہوش کر ابھی تو زندہ ہے، چلتا پھرتا ہے، عمل پر قادر ہے، اپنے ارادہ کا آپ مالک ہے تو اس وقت کو اُس مجبوری کے وقت کی درستی میں لگا جبکہ تو بوڑھے سے زیادہ مجبور ہوگا، عمل تیری قدرت سے باہر ہوگا۔ بس اگر یہی تیری فکر ہو نظر

تیری آخرت پر جمی ہو تو تو صحیح معنی میں تیز نظر ہے، عقلمند اور ہوشیار ہے ورنہ تو وہی ناسمجھ جوان ہے جو جتنا کماتا ہے اتنا ہی کھا لیتا ہے اور بڑھاپے میں روٹیوں کو ترستا ہے، دوسروں کی ٹھوکروں پر چلتا ہے، وہ تو بڑھاپے میں اپنے کیئے پر روتا ہے اور تو مرنے کے بعد اپنے کیئے پر روئے گا۔ بس چند دن کا فرق ہے، بڑھاپا تو پھر بھی کٹ جائے گا، اچھا ہو یا بُرا گذر جائے گا مگر موت کے بعد تو پچھتایا تو کدھر جائے گا۔

دین اور دُنیا کی ایک ہی پکار

اے دُنیا کے پرستار مال کی محبت کے شکار آج تو اس دور میں کھڑا ہے جبکہ ہر نفس اپنے بھلے میں لگا ہے، کوئی کسی کا ساتھی نہیں، کوئی کسی کا یار نہیں۔ بس دولت کے لئے جیتا ہے اور اسی کے پیچھے دم دیتا ہے، اچھے برے کی تمیز نہیں، حرام حلال کا دھیان نہیں، دولت اندوزی میں بس ایک دوڑ ہے اور اسی کی ہار جیت پر دین و مذہب، مروت و ہمدردی غرض ہر چیز قربان ہے۔ جب زمانہ کا یہ رنگ ہوا تو سودی لین دین، رشوت خوری اور چور بازاری کا چرچا ہوا، چوری، ٹھگی، حرام خوری کا بازار گرم ہوا، اُس نے اسے چوسا، اِس نے اُسے لوٹا، ان راہوں سے پیسہ بڑھا تو چوری کا ڈر لگا، بینک کُھلے، مالداروں نے دولت کے ڈھیر بینکوں میں بھرے اور سمجھے کہ اب امن چین سے بیٹھے مگر یہ نہ سمجھے کہ دُنیا میں امن دین کے دامن میں ہے اور دین سے ہٹ جاؤ تو ہر ایک بے چین ہے، اب پڑے چور میں مور، دُنیا میں مفت کس کے کون کام آتا ہے، ہر ایک پہلے اپنا کام بناتا ہے، بینک کے مہاجنوں کے پاس جب اس راہ سے دولت بے ٹھکانہ جمع ہوئی تو ان کی رال ٹپکی، انہوں نے تیرے میرے پیسے سے تجارت چھیڑی، نہ کوڑی لگی نہ پھٹکری ہزاروں کے لاکھوں بنائے اور لاکھوں کے کروڑوں۔ ادھر ملک کے مالداروں اور ساہوکاروں پر حرص کا جال ڈالا اور اُن کے

پیسہ پر فی سیکڑہ سود مقرر کیا۔ پھر کیا تھا مالداروں نے حرام حلال کی کمائی میں اور قدم بڑھایا گویا ملک میں لوٹ مار اور بڑھی، اس نے اُسے پچھاڑا اُس نے اِسے بھموڑا اور دُنیا ہوگئی بدامنی کا ایک اکھاڑا۔ غریبوں کے خون سے امیروں نے ہاتھ رنگے اور امیروں کے پیسہ سے بینک کے مہاجنوں نے اپنے پیٹ بھرے۔

بہرصورت پیسہ اکٹھا کیا اور بینک کا حساب بڑھایا اور سود کی دو چند اور سہ چند اُمید رکھی۔ اگر کسی نے بھولے بھٹکے مال رہن رکھایا تو گویا مال اسی کو دیا کیونکہ اگر پیسہ کی ادائیگی میں دیر لگی تو مہاجن کے سود کی رقم بڑھی اگر اور زیادہ تاخیر ہوئی تو سود کی رقم میں مال کی قیمت پوری ہوئی اور اب مالک نے مال سے ہاتھ دھوئے اور مہاجن نے مال پر دانت جمائے۔ اس طرح ہزاروں مال کھو بیٹھے اور اپنی ذاتی چیز کو رو بیٹھے۔

اب ملک کے چالاکوں نے جب دیکھا کہ مالدار پیسہ کے امیر ہیں اور عقل کے فقیر کہ اس طرح مہاجنوں کے ہاتھوں جیب کٹا رہے ہیں اور بے خبر ہیں تو مالداروں کے جیبوں پر ڈاکہ ڈالنے کے لئے بلکہ ان کے ایمان کا دیوالیہ نکالنے کے لئے طرح طرح کے نام سے کمائی کے دھندے نکالے، کسی کا نام بیمہ اور سٹہ رکھا، کسی کا نام معمہ اور کسی کا نام انعام۔ غرض سود اور جوا کھانے اور کھلانے کی آج کل یہ راہیں ہیں جن کے ذریعہ مالدار کا دین بکتا ہے اور اس کا پیسہ لٹتا ہے۔ پھر لالچ کے مادہ کو اور اُبھارنے کے لئے جگہ جگہ بازاروں اور گلیوں میں چوراہوں اور عام نشست گاہوں پر لکھا ''بچت کرو بچت کرو، اپنا مستقبل بناؤ، کم کھاؤ زیادہ بچاؤ''۔ یعنی درپردہ مطلب یہ کہ ادھر اُدھر سے لاؤ خوب کماؤ اور پھر اپنا کم اور ہمارا زیادہ بناؤ۔ بس اب کیا تھا مالدار کا پیسہ سمٹ کر ان دھندوں پر اُٹھنے لگا اور چاروں طرف بکھرنے لگا۔ وہ سمجھ بیٹھا کہ میں نے کمائی کے دھندے نکالے، پیسہ بڑھانے کے راستے کھولے اور یہ نہ سمجھ سکا کہ یہ اُس نے آپ اپنی تباہی کے گڑھے کھودے کیونکہ ان راستوں سے ایک ہنستا ہے تو

ہزاروں روتے ہیں، ایک بنتا ہے تو ہزاروں بگڑتے ہیں مگر دھندہ چھیڑنے والے بہرصورت اپنا اُلّو سیدھا کرتے ہیں۔

تصویر کا ایک دوسرا رُخ بھی ہے کہ مالدار کو پیسہ ملا، اللہ کی راہ میں ہاتھ اُٹھانے کے قابل ہوا تو خالق کی طرف سے اس کو حکم ملا ''قَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ '' کہ آگے بھیجو اپنی جانوں کے لئے۔ یعنی اے مالدار و دولت کے ٹھیکیدارو! ذرا ہوش لو، دُنیا بیشک پیسہ سے بناؤ مگر آخرت کی بھی خیر مناؤ، للہ بچت کرو، بہت کچھ کھاؤ، اُڑاؤ تو کچھ بچاؤ منزل آخرت بناؤ، خدارا دین کو دنیا پر نہ لٹاؤ اور آخرت کو دُنیا کے بھینٹ نہ چڑھاؤ۔

قرآن کریم کھلا تو شروع میں لکھا دکھائی دیا ''وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ '' کہ یہ کتاب ان پرہیزگاروں کے لئے ہدایت ہے جو ہماری دی ہوئی روزی میں سے کچھ خرچ کرتے ہیں، سب نہیں تو کچھ ضرور بچاتے ہیں، دُنیا گذارتے ہیں تو اپنی آخرت بھی ساتھ ساتھ بناتے ہیں، یہ خوب جانتے ہیں کہ جو کھایا پیا فنا کیا جو دیا لیا وہ اللہ کے پاس اپنے آگے کے لئے جمع کیا۔ دوسرے پارے میں ارشاد ہے ''وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ '' اور خرچ کرو اللہ کے راستہ میں۔ تیسرے پارے میں پھر فرمایا ''يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ '' اے ایمان والو ہماری دی ہوئی چیزوں میں سے خرچ کرو۔ یعنی ہمارا دیا ہوا مال سب نہیں تو کچھ ضرور ہمارے بندوں پر اُٹھاؤ اور موت کے بعد اس کو جوں کا توں پاؤ اور موج اُڑاؤ۔ غرض اس طرح قرآن کریم میں جگہ جگہ مختلف پہلوؤں سے آخرت کے لئے خرچ کرنے اور اللہ کے خزانے میں اپنے نام پر جمع کرانے کے اعلانات بھرے پڑے ہیں، لیجئے اب وہ آنکھوں کا اندھا گانٹھ کا پورا پیسہ کا رسیا، دولت کا متوالا جس کا لاکھوں روپیہ بینکوں میں بھرا ہے اور دل اس کا سود میں اٹکا ہے اور اس کو بینکوں پر ایسا بھروسہ ہے کہ گویا اس کا پیسہ اس کے پاس رکھا ہے یہ ایک پیسہ کے لئے ہاتھ اُٹھاتا ہے تو پہلے سوچتا ہے کہ یہ ڈوبتا ہے یا نفع

لاتا ہے اگر نفع لاتا ہے تو کب اور کتنا؟ جب وہ ان سوالات کو حل کرتا ہے تب کہیں دیتا ہے، حیران ہوا کہ دُنیا بھی پیسہ بچانے کی صدا بلند کر رہی ہے اور دین بھی، بیک وقت دونوں طرف سے ایک ہی پکار ہے کیا کیجئے، کدھر دیجئے؟۔

اگر یہ مالدار بھی ہے اور دیندار بھی، اگر یہ دولتمند بھی ہے اور عقلمند بھی تو خالق عالم اس کی حیرانی کو اس طرح دور فرماتے ہیں کہ اے باہوش صاحب گوش سُن کے اللہ کے خزانے سے زیادہ قابل اعتماد، محفوظ اور نفع بخش خزانہ تجھ کو دُنیا میں کوئی نہیں مل سکتا، پھر کدھر بھٹکتا ہے، کدھر ٹھوکر کھاتا ہے۔ ارشاد ہوا ’’وَمَا تُنفِقُوا مِنْ شَيْءٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنتُمْ لَا تُظْلَمُونَ ‘‘ کہ تم اللہ کی راہ میں جو کچھ بھی خرچ کرو گے تھوڑا یا بہت وہ پورا پورا تم کو دے دیا جائے گا اور تم پر کسی قسم کا ظلم نہیں ہوگا۔

سب سے پہلے ’’مِن شیئی ‘‘ سے ارشاد فرمایا کہ اے مالدار پہلے تجھ کو ہماری طرف سے یہ سہولت نصیب ہے کہ تو ہمارے پاس اپنے نام پر جو کچھ چاہے جمع کرا سکتا ہے، ایک پیسہ سے لے کر ہزاروں، لاکھوں تک دے سکتا ہے، دُنیا کے بینکوں میں کم سے کم جمع شدہ رقم کی مختلف شرحیں رائج ہیں، کہیں کتنی اور کہیں کتنی کیونکہ وہ نفع اندوزی کے لئے بیٹھے ہیں نہ مُفت میں دردسری کے لئے، تھوڑی رقم میں فائدہ کم ہے اور درد سر زیادہ اور اللہ کے ہاں نہ فائدہ کا سوال ہے نہ دردسری کا۔ فائدہ کے لئے تو اُس نے نہایت صاف اور کھلے الفاظ میں فرما دیا ہے ’’وَقَدِّمُوا لِأَنفُسِكُمْ ‘‘ یعنی تم جو کچھ آگے بھیجو گے اپنا بھلا کرو گے اس سے ہمیں کوئی نفع نہیں۔ نہ اس سے ہمیں تجارت چھیڑنی ہے نہ کوئی دھندہ چلانا ہے، بس تمہارے لئے جمع رکھنا ہے اور مر کر جب تم آجاؤ تو تم کو جوں کا توں دے دینا ہے، اب رہی اندراجات کی دردسری تو یہ کھٹک اس طرح مٹی کہ اللہ تعالیٰ کے اندراج کا سب سے بڑا رجسٹر اس کا وسیع علم ہے جس سے دُنیا اور آخرت کی کوئی چھوٹی سی چھوٹی چیز بھی خارج نہیں اس لئے فرمایا ’’وَمَا تُنفِقُوا مِنْ

خَیْرٍ فَاِنَّ اللّٰہَ بِہٖ عَلِیْم ''یعنی جو کچھ تم خرچ کرتے ہو تو اللہ تعالیٰ اس سے خوب باخبر ہے۔ یہاں دُنیا کے اندراجات غلط ہو سکتے ہیں، مٹ سکتے ہیں، کھو سکتے ہیں مگر اللہ کے علم میں آئی ہوئی بات نہ مٹ سکتی ہے، نہ بدل سکتی ہے، نہ بھول چوک میں آسکتی ہے۔

چنانچہ موسیٰ فرعون کے سامنے اپنے پروردگار کا ان الفاظ میں تعارف فرماتے ہیں ''لَا یَضِلُّ رَبِّیْ وَلَا یَنْسٰی '' کہ میرا پروردگار نہ چوکتا ہے نہ بھولتا ہے، پھر ایک پہلو سے یہ غریب کے لئے بھی خوشخبری ہے اور بتاتا ہے کہ امیروں کے بینک تو دنیا میں بھرے پڑے ہیں مگر غریب کا بینک صرف اللہ کے پاس ہے جہاں پیسہ دو پیسہ بھی جمع ہوتا ہے اور اس کا حساب پورا پورا رکھا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ خود اپنی شان والا میں اس طرح فرماتے ہیں ''اَلَا لَہُ الْحُکْمُ وَھُوَ اَسْرَعُ الْحَاسِبِیْنَ ''خبردار رہو حکم صرف اللہ کا چلتا ہے اور وہ حساب لینے میں سب سے زیادہ تیز ہے۔ ہر شخص کی کوڑی پائی کا حساب اس کے پاس موجود ہے جب چاہے دے جب چاہے لے۔ آیت بالا کے آخر میں ارشاد ہوا ''یوف الیکم وانتم لا تظلمون '' کہ اللہ کے نام دی ہوئی رقم تھوڑی ہو یا بہت بیش قیمت ہو یا کم قیمت اس کا پورا پورا بدل ادا کر رہے گا اور اس سلسلہ میں کسی قسم کا ظلم تم پر روا نہ رکھا جائے گا۔

یہ دراصل اس مالدار دنیا دار کو سبق دینا ہے جو دُنیا کے بینکوں میں لاکھوں دے کر ایسا بے غم ہو کر بیٹھتا ہے کہ گویا اس کا پیسہ خود اس کے پاس ہے اور اللہ کی راہ میں پیسہ دیتا ہے تو جھجکتا ہے، رکتا ہے، بچتا ہے اور سمجھتا ہے کہ یہ پیسہ یوں ہی جاتا ہے اور کھویا جاتا ہے کہ اے مالدار تو نے بے شک پیسہ جوڑا مگر دین سے منہ موڑا، عقل کو چھوڑا دنیا کا ہوا اور آخرت سے رہا کھٹکا، ذرا اپنے نبی مقدس کا فرمان سُن اور دل کے کان سے سُن اور پھر خود کو دیکھ کہ دین میں تیرا کیا مقام ہے اور دُنیا میں تیرا کیا نام ہے، فرمان رسالت ہے ''اَلزُّھْدُ فِی الدُّنْیَا لَیْسَتْ تَحْرِیْمَ الْحَلَالِ وَلَا اِضَاعَۃُ

المال ولکن الزهد فی الدنیا ان لا تکون بما فی یدیک اوثق بما فی یدی اللّٰہ الیٰ آخر الحدیث (رواۃ الترمذی) '' کہ ترک دُنیا حلال کوحرام کرنے اور مال کوضائع کرنے کا نام نہیں بلکہ ترک دُنیا دراصل یہ ہے کہ جو کچھ تیرے ہاتھوں میں ہے اس پر تجھ کو اس قدر بھروسہ نہ ہو جس قدر کہ اللہ کے پاس کی چیز پر بھروسہ ہے، یعنی اگر کوئی شخص دینداری اور پرہیزگاری کی خاطر دُنیا سے اپنا رشتہ اس حدتک توڑ لے کہ حرام سے تو ہر مسلمان پرہیز کرتا ہی ہے یہ حلال چیزوں کو بھی اس جذبہ کے ماتحت چھوڑ دے کہ یہ بھی آخر دُنیا کی آسائش کے اسباب میں سے ہیں میں ان کو بھی کیوں برتوں اور مال کو اللہ کی راہ میں بے دریغ لٹائے کہ یہ تو ہے ہی دُنیا کا سب سے بڑا پھندا اور اسی میں اکثر پھنستا ہے اللہ کا بندہ تب بھی وہ اس فرمان رسالت کے مطابق تارک دنیا اور پرہیزگار تسلیم نہیں ہوگا جب تک کہ خدا تعالیٰ کے وعدوں پر اس کا یقین اور بھروسہ اس حدتک نہ پہنچ گیا ہو کہ اس کے ہاتھ میں آئی ہوئی چیز پر اس کو چاہے بھروسہ نہ ہو لیکن اللہ تعالیٰ کے پاس کی چیز پر اس کو پورا پورا بھروسہ اور اعتماد ہو اس میں کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش نہ ہو۔

لہٰذا اے دُنیا دار مالدار خدارا ذرا ہوش کر کہ ایسے چوٹی کے پرہیزگار کی پرہیزگاری محض اعتماد اور بھروسہ کی کمزوری سے خاک میں مل گئی تو تیری پرہیزگاری تو اس کے مقابلہ میں پہلے ہی سے خاک ہے۔ اگر تیرا بھروسہ اللہ کے وعدوں پر اور اس کے پاس کی چیز پر کمزور ہوا تو تو کس شمار میں آئے گا اور تو اپنے ایمان کو کہاں ٹٹولے گا؟۔

پھر اے دولت کے عاشق بے شک تو نے دُنیا کو خوب برتا مگر افسوس اس کو نہیں سمجھا اور سمجھا تو غلط سمجھا کہ اس کو آخرت کا درجہ دیا۔ ذرا ہم سے ایک گر کی بات سُن اور پھر ذرا انصاف کر۔ پیسہ کی دنیا دار کے نزدیک دو ہی شکلیں ہیں ایک یہ کہ پیسہ اپنا اپنے پاس ہو اور دوسری شکل یہ ہے کہ پیسہ اپنا غیر کے پاس ہو، اول صورت بظاہر پورے

اعتمادی کی ہے اور دوسری بالکل بے بھروسہ اور بے اعتمادی کی، دیندار کے نزدیک ایک تیسری شکل بھی ہے وہ کہ یہ اپنا پیسہ نہ اپنے پاس ہو نہ غیر کے پاس ہو بلکہ اپنا پیسہ اپنے اللہ کے پاس ہو۔ یہ تیسری صورت دیندار کی نظر میں اس سے بھی زیادہ قابل بھروسہ ہے کہ اپنا پیسہ اپنے پاس ہو، غیر کے قبضہ کا پیسہ تو ہے ہی غیر کا اس میں اپنا کیا، زیادہ اس کا کم اپنا لیکن اپنے ہاتھ کا پیسہ بھی خطروں سے خالی نہیں، طرح طرح کے کھٹکوں میں گھرا ہے، آفتوں میں پھسا ہے۔ اگر زندہ ہیں تو چور کا ڈر ہے، اگر ذرا غفلت کیجئے تو مال یاروں کا ہے، اگر ان سب آفتوں سے دامن بچائے تو موت کا کھٹکا ہے اگر موت کا لقمہ بنے تو مال دوسروں کا ہے۔ غرض دُنیا کا مال مشکل سے ہاتھ میں رُکتا ہے، مشکل سے آتا ہے تیزی سے نکلتا ہے لیکن جو مال اللہ کی راہ میں دے دیا اس کو گویا ہر کھٹکے سے بچالیا اور ہمیشہ کے لئے اس کو اپنا کرلیا، اب ہم اس کو تلاش نہیں کریں گے بلکہ وہ ہم کو تلاش کرے گا، بس موت کا انتظار کرے گا۔ اب دُنیا کا مال والا بلکہ مال کا رکھوالا سب سے زیادہ گری ہوئی بات کا مجرم ہے کہ یہ پیسہ نہ اپنے پاس رکھتا ہے نہ اپنے اللہ کے پاس بلکہ غیر کے قبضہ میں دیتا ہے اور خوش رہتا ہے بلکہ اسی کی خوشی میں جیتا اور غیر بھی وہ جو کبھی کبھی دغا بھی دیتا ہے، یہاں دنیا کے بینک اور خزانے دیوالیہ بھی نکالتے ہیں ہزاروں کو رُلاتے ہیں گھر گھر صف ماتم بچھاتے ہیں اور ظلم کے پہاڑ ڈھاتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ صاف فرماتے ہیں ”وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْن“ کہ تم پر کسی قسم کا ظلم نہیں ہوگا۔ تمہارا پیسہ نہ تو کم ہوگا نہ تلف ہوگا اور ہر کھٹکے سے پاک اور ہر خطرہ سے بے خطر ہوگا۔ ”وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا“ یعنی اللہ سے زیادہ بات کا سچا کون ہوسکتا ہے۔

اب رہی نفع کی بات کہ اللہ کے خزانے میں نفع کس حساب سے ملتا ہے تو سُن اے مال کے دلدادہ دُنیا کے شیدائی اللہ کے خزانہ میں وہ نفع ملتا ہے جو کسی کے خیال میں نہیں آسکتا اور نہ دُنیا کا کوئی بینک دے سکتا، یہاں فی سیکڑہ دو چار ملتے ہیں، وہاں

ایک پر سینکڑوں ملتے ہیں خود صاحب خزانہ فرماتے ہیں "مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِیْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ وَاللّٰهُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ" کہ جو لوگ اللہ کی راہ میں اپنے مالوں کو خرچ کرتے ہیں تو اُن کے مالوں کی مثال ایک دانہ کی سی ہے جس میں سات بالیں لگیں اور ہر بال میں سو دانے پیدا ہوئے اور اللہ اس سے بھی زیادہ دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور اللہ بڑی فراخی والا اور علم والا ہے۔ لیجئے مثال سے سمجھایا اور کیسا کھول کے بتایا کہ جس طرح کسی نے ایک دانہ بویا اس میں سات بالیں لگیں پھر ہر بال میں سو دانے لگے تو ایک دانہ سے سات سو دانے ملے، اسی طرح اگر کسی نے مثال کے طور پر ایک روپیہ دیا تو اس کا بدلا سات سو گنا تک ملے گا پھر اللہ کے ہاں چونکہ اَجر کی زیادتی اور کمی نیت کے کھرے کھوٹے سے ہے اس لئے فرماتے ہیں کہ نیت اس کی اگر بالکل کھری اور خالص ہے تو اس ایک روپیہ کا اَجر سات سو گنا سے بھی بڑھ سکتا ہے اور اس کی وجہ بتادی کہ اللہ کے پاس داد و دہش کے خزانے بہت پھیلے ہوئے ہیں ان میں کمی کا کھٹکا نہیں، بھول چوک کا اندیشہ نہیں کیونکہ حساب لگانے میں وہ اپنے علم سے کام لیتا ہے اور نیت کو پرکھ پرکھ کر اَجر دیتا جاتا ہے۔ بھلا بتائیے کوئی مالدار کو خدارا سمجھائیے کہ اگر تو نفع کے پیچھے مرتا ہے تو مال پر اتنا نفع بھی کوئی دیتا ہے۔ دراصل دُنیا کے مہاجن لینے کے بہانے ڈھونڈتے ہیں اور ہمارا اللہ دینے کے بہانے تلاش کرتا ہے، ہم سے دلواتا ہے اور آپ دیتا نہیں بلکہ لُٹاتا ہے، پھر اگر کوئی عقل کا مارا اللہ کی راہ میں دینے سے بچے اور بینکوں میں لاکھوں بھرے تو یوں سمجھو کہ اُس نے پیسہ کمانے میں عقل و ایمان کی بازی لگائی ہے، پیسہ کمایا ہے اور دین کھویا ہے۔

یہ تھا آخرت کے نفع کا بیان لیکن اگر مالدار پر دولت کا نشہ ہے اور اس کو آخرت کا اندیشہ اور دُنیا کے نفع پر وہ مرتا ہے اور مرنے سے پہلے کی ہر چیز پر وہ دم دیتا ہے تو

آگے ہم اس کو دُنیا میں ہی نفع دکھاتے ہیں مگر دل کی آنکھ سے آنکھ بھی وہ جو روشن ہو ایمان سے، اے پیسہ کے دھنی مال کے غنی دُنیا کے راہی آخرت کے باشی تو نے سُنا کہ تیرا خدا خیرات دینے کے لئے کہتا ہے مگر یہ بھی سمجھا کہ ساتھ ساتھ تیرے دُنیا پرست دل کو کیسی تشفی دیتا ہے ''وَمَا اَنْفَقْتُمْ مِنْ شَیْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُه '' کہ جو کچھ بھی تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے تو اللہ اس کا عوض (دُنیا میں بھی) دے گا پیسہ کو گھٹنے نہ دے گا تم دیتے جاؤ گے اللہ کی طرف سے آتا جائے گا۔ اسی کی تشریح فرمان رسول سے ملتی ہے، فرمان رسالت ہے ''قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم مامن یوم یصبح العباد فیه الا ملكان ینز لان فیقول احدهما اللهم اعط منفقًا خلفًا ویقول الآخر اللهم اعط مُمسِكًا تلفًا متفق علیه '' کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہر صبح دو فرشتے نازل ہوتے ہیں ان میں سے ایک کہتا ہے کہ اے اللہ تیری راہ میں خرچ کرنے والے کو عوض دے اور دوسرا کہتا ہے اے اللہ کنجوس کا پیسہ تلف کر دے، دوسرے الفاظ میں فرشتے کہتے ہیں کہ اے اللہ سخی کی دولت بڑھا، کنجوس کا پیسہ مٹا، سخی دوسروں کو دیتا جائے تو اس کو دیتا جا، کنجوس پیسہ کو روکتا جائے اور تو اس کو مٹاتا جا۔

پھر دُنیا مالدار سے پیسہ اس کا نفع دکھا کر لیتی ہے اور اللہ اس سے پیسہ اُسے سمجھا کر لیتا ہے یہ حقیقت ہے کہ جب مالدار پیسہ دینے کے لئے ہاتھ اُٹھاتا ہے تو یہ سوچکر یک بیک رُکتا ہے کہ یہ میری اپنی کمائی یہ دوسرے کو مفت کیوں دوں؟ تو دُنیا کہتی ہے کہ یہ بے شک تیری کمائی ہے مگر نفع کی خاطر دے اور زیادہ لے اور اللہ تعالیٰ داد و دہش کے لئے جب قرآن کریم میں حکم فرماتا ہے تو اکثر و بیشتر فرماتا ہے ''مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ'' اول پارہ میں فرمایا ''وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ '' کہ قرآن کریم سے ہدایت پانے والے ہماری دی ہوئی روزی میں سے اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ایک جگہ ارشاد

ہوا "انفقوا مما رزقكم الله" کہ اللہ نے تم کو جو کچھ روزی دی اس میں سے تم بھی اللہ کی راہ میں کچھ خرچ کرو اور اس طرح گویا مالدار سے فرماتے ہیں کہ دُنیا تجھ سے کہتی ہے کہ اپنی کمائی میں سے کچھ دو اور زیادہ لو اور ہم یہ کہتے ہیں کہ ہماری دی ہوئی روزی میں سے کچھ دو اور نفع لو، تم اپنے پاس سے کیا دو گے تم نہ کچھ نہ لے سکتے ہو نہ دے سکتے ہو، ہمیں نے روزی دی اور ہمیں اس میں سے کچھ تمہارے لئے بچا کر رکھنا چاہتے ہیں کہ آخرت میں تمہارے کام آئے تو اب تم کو دنیا کیوں کھٹکتا ہے اور دیتے دیتے ہاتھ کیوں رُکتا ہے، تمہارا بخل اپنی کمائی میں ہو سکتا ہے لیکن دوسرے کی دی ہوئی روزی میں بخل کیا معنی رکھتا ہے۔ وَاللہ کیا خوب بات نکالی اور کنجوس کے دل میں سے کنجوسی کی جڑ کیا خوب کاٹی۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْن

الحمدللہ کہ آج بروز چہار شنبہ بتاریخ ۴/ربیع الثانی ۱۳۷۹ھ یہ مختصر سا رسالہ مجمل سا نصیحت نامہ بقلم احقر العباد "سعد حسن خاں یوسفی ٹونکی" پایۂ تکمیل تک پہنچا۔

تَمَّتْ بِالْخَیْر

مصنّف کے مختصر حالات

حضرت مولانا سعد حسن خان یوسفی ٹونکیؒ بڑے ذی علم اور صاحب تقویٰ بزرگ تھے، آپ کا تعلق ہندوستان کی ریاست ٹونک کے مشہور ومعروف علمی گھرانے سے ہے۔

سلسلہ نسب

سعد حسن خانؒ بن مولانا حیدر حسن خانؒ بن احمد حسن خانؒ بن مولانا دلیر بخت خانؒ بن مولانا غلام حسن خانؒ بن مولانا اکبر حسین خانؒ۔ آپ کے آباؤ اجداد داغستان سے ہندوستان تشریف لائے، اور ریاست جے پور کے ایک پرگنہ پر بزور شمشیر قبضہ کر کے اسلامی ریاست قائم کی جہاں کلّی طور پر شرعی حدود پر عمل کیا جاتا تھا۔

آپ کے والد مولانا حیدر حسن خان ٹونکیؒ ۱۲۸۱ھ 1864ء میں ٹونک میں پیدا ہوئے، مروجہ تعلیم اپنے برادر بزرگ مفتی محمد حسن خان (دادا محترم مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی ولی حسن خان ٹونکیؒ) اور دوسرے برادر بزرگ علامہ محمود حسن خان ٹونکیؒ (صاحب المعجم المصنفین) کے علاوہ مولانا عبدالکریم صاحبؒ اور مولانا غلام احمد نعمانیؒ سے حاصل کی۔

علم حدیث میں مولانا حیدر حسن خان ٹونکیؒ کی دو قابل ذکر اسناد ہیں، جو نہایت ہی عالی اور قلیل الوسائط ہیں اور علمائے حدیث کے یہاں وجہ امتیاز وافتخار سمجھی جاتی ہیں۔

(۱) شیخ حسین بن محسن انصاری یمنی۔ علامہ احمد بن محمد بن علی الشوکانیؒ۔ صاحب نیل الاوطار علامہ قاضی محمد بن الشوکانیؒ۔

(۲) استاذ الکل شیخ نذیر حسین محدث دہلویؒ۔ شاہ محمد اسحاق محدث دہلویؒ۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ۔

سلوک میں آپ سید الطائفہ اعلیٰ حضرت حاجی امداد اللہ فاروقی مہاجر مکیؒ کے سلسلے میں داخل اور ان کے خلیفہ مجاز تھے۔ مولانا حیدر حسن خان ٹونکیؒ ذوالحج ۱۳۳۹ھ سے ذوالحج ۱۳۵۸ھ تک مسلسل ۱۹ سال ندوۃ العلماء لکھنؤ میں مسند شیخ الحدیث پر متمکن رہے۔ علاوہ ازیں ربیع الاول ۱۳۵۱ھ سے ذوالحج ۱۳۵۸ھ تک ۷ سال ندوۃ العلماء میں مہتمم کے فرائض بھی انجام دیئے۔

آپ ایک عرصۂ دراز تک ریاست ٹونک میں شیخ الحدیث کے منصب پر فائز رہے۔آپ کے معروف تلامذہ میں مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، محقق العصر مولانا محمد عبدالرشید نعمانی (صاحب لغات القرآن)، مولانا محمد عبدالعلیم ندویؒ (صاحب قول متین، شرح حصن حصین)، مولانا عبدالقدوس ہاشمیؒ، مولانا رئیس احمد جعفری، مولانا عبدالسلام قدوائی، پروفیسر سید طلحہ الحسنیؒ، علامہ صوفی علاؤالدین بہاولپوریؒ، حکیم مفتی احمد حسن خان ٹونکی جیسے صاحب تصانیف کثیرہ محقق وقت نابغۂ روزگار ہستیاں شامل ہیں۔رحمہم اللہ تعالیٰ۔

پیدائش

مولانا سعد حسن خان ٹونکیؒ ریاست ٹونک میں ۱۹۰۱ء میں پیدا ہوئے۔

تعلیم واسناد

مولانا نے مروجہ دستوری تعلیم اپنے والد محترم مولانا حیدر حسن خان ٹونکیؒ اور عم محترم کبیر مولانا محمود الحسن ٹونکیؒ کے علاوہ ریاست ٹونک کے دیگر ممتاز علماء سے حاصل کی، آپ نے ندوۃ العلماء میں بھی زیر تعلیم رہ کر سند فراغ حاصل کی۔

آپ نے مولوی فاضل (پنجاب) دبیر کامل (لکھنؤ) اور انٹرمیڈیٹ (پنجاب) کے امتحانات میں نمایاں پوزیشن حاصل کی۔

قیام پاکستان کے بعد آپ نے سندھ یونیورسٹی سے ایم اے اسلامیات اور ایم اے عربی کی ڈگری گولڈ میڈل کے ساتھ حاصل کی۔

درس وتدریس

قیام ہندوستان میں آپ ایک عرصہ تک مدرسہ فرقانیہ کے مہتمم رہے اور درس وتدریس کے فرائض بھی انجام دیتے رہے اور تشنگان علم کو سیراب کرتے رہے۔علاوہ ازیں آپ نے کانپور کے مدرسہ الٰہیات اور ریاست ٹونک کے دربار ہائی اسکول میں بحیثیت ہیڈ مولوی فرائض انجام دیئے۔

قیام پاکستان کے بعد آپ نے دارالعلوم اسلامیہ، اشرف آباد ٹنڈو الہیار سندھ قائم کردہ

''مولانا احتشام الحق تھانویؒ''میں علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ، مولانا عبدالرحمان کیمبل پوریؒ ،مولانا محمد عبدالرشید نعمانیؒ، مولانا محمد مالک کاندھلویؒ اور مولانا محمد بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنیؒ جیسے جید علماء کرام کے ساتھ درس وتدریس کی خدمات انجام دیں اس میں عربی ادب اور صرف ونحو آپ کا خاص مضمون تھا۔

جب دارالعلوم اسلامیہ اشرف آباد سے ان نابغۂ روزگار ہستیوں نے رخت سفر باندھا اس وقت آپ نے بھی حیدرآباد سندھ کا رخ کیا اور اسی کو اپنا مستقر بنالیا، یہاں کے مختلف تعلیمی اداروں کے علاوہ اورینٹل کالج میں بھی پڑھاتے رہے۔

فروری ۱۹۶۲ء سے زندگی کے آخری لمحات ۱۹۷۶ء تک آپ شعبۂ عربی واسلامیات کے پروفیسر کی حیثیت سے پبلک اسکول وکالج حیدرآباد میں درس وتدریس میں مصروف رہے۔

تعلیمی مشغلہ کے ساتھ ساتھ آپ حیدرآباد سندھ میں مختلف سیمینارز اور کانفرنسوں میں بھی شرکت فرماتے رہتے تھے، اور اپنے علمی وادبی لیکچرز سے یہاں کے اہل علم وادب کو استفادہ کا موقع دیتے تھے۔ ایک عرصہ تک ریڈیو پاکستان حیدرآباد سندھ سے بھی آپ کی تقاریر کا سلسلہ جاری رہا۔

باوجود ان تمام مصروفیات کے تصنیف وتالیف کا سلسلہ بھی تاحیات جاری وساری رہا، اور انتہائی مفید تالیف وتراجم آپ کے علمی شاہکار ہیں، جس سے ہر خاص وعام استفادہ کرسکتا ہے، اکثر کتابیں تو مولانا سعد حسن خان صاحب کی حیات ہی میں شائع ہوکر اہل علم سے داد تحسین وصول کرچکی تھیں اور کچھ مسودات بھی رہ گئے ہیں جنہیں انشاء اللہ جلد شائع کیا جائے گا اور بعض تالیفات تو عنقا ہی ہوگئی تھیں جنہیں بمشکل تلاش بسیار کے بعد دستیاب کیا ہے اور اب شائع کرنے کی سعادت حاصل کررہے ہیں۔

آپ کی تالیفات وتراجم یہ ہیں:۔

(۱) نبوی لیل ونہار (مختصر خصائل نبوی) تصنیف: مولانا سعد حسن خان یوسفی ٹونکیؒ۔

(۲) دنیا کا مسافر یا آخرت کا راہی۔ ترجمہ: مولانا سعد حسن خان یوسفی ٹونکیؒ۔

(۳) تحفہ اثنا عشریہ۔ ترجمہ: مولانا سعد حسن خان یوسفی ٹونکیؒ۔

(۴) اسلامی آداب واخلاق۔ تصنیف: مولانا سعد حسن خان یوسفی ٹونکیؒ۔

(۵) مقدمہ ابن خلدونؒ۔ ترجمہ: مولانا سعد حسن خان یوسفی ٹونکیؒ۔

(٦) یہ عجیب دنیا۔ تالیف: امام غزالیؒ۔ ترجمہ: مولانا سعد حسن خان یوسفی ٹونکیؒ۔

(۷) المنجد۔ اس کے تراجم اور تفہیم میں بھی مولانا سعد حسن خان یوسفی ٹونکیؒ کا اشتراک رہا ہے۔

(۸) شرح مسند امام اعظم ابوحنیفہؒ۔ ترجمہ: مولانا سعد حسن خان یوسفی ٹونکیؒ۔ اس پر مولانا ،مولانا محمد عبدالرشید نعمانیؒ، کا بہت اہم مقدمہ ہے۔

(۹) اعجاز القرآن واسرار البیان۔ یہ مولانا سعد حسن خان یوسفی ٹونکیؒ کی ایسی تفسیر ہے جو نہایت سہل و سادہ زبان پر مشتمل ہے جس سے معمولی علم و سمجھ بوجھ رکھنے والا بھی استفادہ کر سکتا ہے۔ اس تفسیر کے اوّل دو پارے ''الم'' اور'' سیقول ''علیحدہ علیحدہ کتابی صورت میں مولاناؒ کی زندگی میں شائع ہو چکے تھے جبکہ تیسرے پارے ''تلک الرسل '' کی تفسیر بھی تقریباً مکمل کے قریب تھی کہ پیغام اجل آ پہنچا۔ اب عنقریب قارئین سورۂ بقرہ کی مکمل تفسیر ایک جلد میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

وفات

۲٦/ جنوری ۱۹۷٦ء کو انتقال ہوا اور سندھ کے مشہور محقق و بزرگ پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خانؒ نے نماز جنازہ پڑھائی، اور پبلک اسکول کا ایک قطعۂ اراضی ان کے لئے مخصوص کیا گیا آپ وہیں پر سپرد خاک کئے گئے۔ اللّٰھم اغفرہ وارحمہ۔ سندھ کے مشہور محقق ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خانؒ جن سے آپ کو بڑی عقیدت تھی، انہوں نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور درج ذیل قطعۂ تاریخ بھی لکھا۔

آہ گزشت آن فاضلِ دوراں عالم دیں باشوکت و عظمت
موت العالِم موت العالَم برذاتش ایں قول دلالت
بودہ مصنف نیز مفسر اہل قلم را شمع ہدایت

مجاہد و زاہد، عارف و ذاکر سالک حق در رہِ حقیقت

صاحب کُل اوصاف حمیدہ صاحب اُلفت صاحب شفقت

گریاں ہمہ احباب و اقارب ''خنداں ہمہ اصحاب جنت''

دستِ دُعا بکشایم الحق ''سعد حسن خان اہل جنت''

سہ شنبہ ۲۴ محرم الحرام[1] ۲۷ جنوری ۱۹۷۶ء

اولاد

مولانا نے اپنے پسماندگان میں سات صاحبزادے (۱) حبیب حسن خان (۲) عزیز حسن خان (۳) خورشید حسن خان (۴) قمر حسن خان (۵) ساجد حسن خان (۶) محبوب حسن خان (۷) جمیل حسن خان اور دو صاحبزادیاں یادگار چھوڑی ہیں۔

مولانا کے ایک صاحبزادے پروفیسر ڈاکٹر ساجد حسن خان ٹونکی ہیں، انہوں نے ''علمائے ٹونک کی دینی و علمی خدمات کا تحقیقی مطالعہ'' کے عنوان سے تحقیقی مقالہ لکھ کر کے سندھ یونیورسٹی جامشورو سے پی، ایچ، ڈی کی ڈگری حاصل کی اور گورنمنٹ ڈگری کالج و پوسٹ گریجویٹ سینٹر لطیف آباد میں شعبۂ اسلامیات کے سربراہ ہیں جبکہ مولانا کے سب سے چھوٹے صاحبزادے جمیل حسن خان جو کمپیوٹر کے کاروبار سے منسلک ہیں اور اپنے اسلاف کے قدردان ہیں، اپنے والد کے شہہ پاروں کی اشاعت و طباعت میں بھرپور دلچسپی رکھتے ہیں اور اس کی سعی کرتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی کاوشوں کو شرف قبولیت سے نوازے اور اس کو ذخیرۂ آخرت کرے۔ آمین۔

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

از

ڈاکٹر حافظ محمد عبدالمغیث

ایم، بی، بی، ایس

زبیر ہاسپٹل پھلیلی، حیدرآباد۔ سندھ۔

---

[1] ''وقائع تاریخی'' از ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خانؒ ۱۹۸۸ء

بسم الله الرحمن الرحيم

اللهم

صلّ على محمدٍ وعلى آلِ محمد

كما صليت على ابراهيم وعلى آل ابراهيم

إنك حميدٌ مجيد

اللهم

بارك على محمدٍ وعلى آلِ محمد

كما باركت على ابراهيم وعلى آل ابراهيم

إنك حميدٌ مجيد

[illegible] في رمضان المبارك سنة ١٤١٢

جدید فہرست مطبوعات ''الرحیم اکیڈمی'' کراچی

نمبر شمار	مطبوعات	ہدیہ
۱	''قرآن مجید'' عام فہم ترجمہ اور مختصر تفسیر، از: مولانا قاری عبدالباری اورنگ آبادی۔	۳۵۰روپے
۲	''اسوۃ الرسول اکرم ﷺ'' تالیف: الدکتور محمد عبدالحی العارفیؒ ۔الرابطۃ وترجہا احادیثۂ وترجمہ من الاردویۃ: اختر حسن السید الحسینی۔	۳۰۰روپے
۳	''اوجز السیدلخیر البشر'' تالیف: الامام ابوالحسن احمد بن فارس القزوینی الرازیؒ۔ ''تحقیق وتقدیم'' استاد ہلال ناجی البغدادیؒ، جامعہ بغداد العراق۔	۳۰روپے
۴	''الجواهر السنیه فی سیرة النبویه'' للامام تقی الدین محمد بن علی الحسنی الفارسیؒ۔	
۵	''بہار خلد'' ترجمہ وشرح اردو منظوم ''شمائل ترمذی'' مقدمہ پروفیسر محمد ایوب قادریؒ۔ از مجاہد جلیل محدث وفقیہ مولانا کفایت علی کافیؒ شہید مرادآبادی۔ مجلد	۱۲۰روپے
۶	''داعی اسلام'' منظوم بے نقط کلام سیرۃ سید خیر الانام، تصنیف مولانا صادق علی صادق قاسمی بستوی۔	۱۰۰روپے
۷	''حلیۂ نبی اکرمﷺ'' احادیث شمائل کا منظوم ترجمہ از: مولانا قاری عبدالسلام قصوری۔	۲۵روپے
۸	''نبوی لیل ونہار'' تصنیف از: حضرت مولانا سعد حسن خان یوسفی ٹونکیؒ، مختصر مستند۔	۵۰روپے
۹	''یہ عجیب دنیا'' تالیف: امام غزالیؒ، ترجمہ مولانا سعد حسن خان یوسفی ٹونکیؒ۔	۸۰روپے
۱۰	''دنیا کا مسافر یا آخرت کا راہی'' تصنیف از: حضرت مولانا سعد حسن خان یوسفی ٹونکیؒ۔	۵۰روپے
۱۱	''امام اعظم ابوحنیفہ کی تابعیت اور صحابہ سے ان کی روایت'' تالیف: پروفیسر ڈاکٹر محمد عبدالشہید نعمانی۔	۶۰روپے
۱۲	''امام اعظم ابوحنیفہؒ اور معترضین۔ از: مفتی سید مہدی حسنؒ شاہجہانپوری۔	۵۰روپے
۱۳	''الصلات والبُشر فی الصلوٰة علی خیر البَشر'' تالیف: الامام شیخ الاسلام مجدالدین محمد یعقوب الفیروزآبادیؒ (صاحب القاموس) المتوفی ۸۱۷ھ	۱۲۰روپے
۱۴	''جامع الصلوات و مجمع السعادات فی الصلوٰة علی سید السادات'' [illegible]ف الربانی الشیخ یوسف بن اسماعیل النبہانیؒ۔	۱۲۰روپے
۱۵	''افضل درود شریف'' مرتبہ: پروفیسر سید حامد علی شاہ۔ ترجمہ: مولانا محمد حنیف خالد، استاذ دارالعلوم کورنگی کراچی، یہ جامع الصلوات کا مختصر منتخب ہے۔	۵۰روپے
۱۶	خیرالوسائل الی ضبط المسائل از: مولانا محمد انور اوکاڑوی۔ اردو/ انگریزی	۳۰روپے